امداد کے فیضان کی تاثیر دیوبند
قاسم کے ہے افکار کی تعبیر دیوبند

ماھنامہ

افکارِ قاسمی

ذوالقعدہ ۱۴۳۳ھ اکتوبر ۲۰۱۲ء

شائع کردہ

الغزالی فورم

http://www.algazali.org

میگزین ٹیم

زیر سرپرستی

حضرت مولانا مبارک علی مظاہری

حضرت مولانا محمد عارف حلیمی

ایڈیٹر: ----------

سب ایڈیٹر: نبیل خان

میگزین ٹیم انچارج: محمد داوٗدالرحمٰن، سیفی خان

ڈیزائن ورک: عامر محمد

کمپوزنگ: احمد عدیل غزالی

پروف ریڈر: احمد قاسمی

مشاورتی کمیٹی

حسن خان، اعجاز الحسینی، اضواء، بنت حوا،

فہرست مضامین

ادار یہ

حجۃالاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃاللہ علیہ ۱۲۴۸ھ میں بہ مقام نانوتہ پیدا ہوئے اور پچاس سال کی عمر سے پہلے ۴جمادی الاول ۱۲۹۷ھ کو بمقام دیوبند وفات پا گئے، (لفظ دیوبند کی تشریح نظام گنجوی کے اس شعر سے سمجھنا چاہیئے "جو سکندر نامہ" میں ہے۔

شہ ار چوں سلیماں شود دیو بند۔۔۔۔۔۔مرا در جہاں ہست دیوانہ چند

کہ بادشاہ سکندر نے اگر حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح دیووں (جناتوں) کو قید کر لیا تو کیا۔ دنیا میں میرے (چینی کنیز) دیوانے بھی کم نہیں) دنیا میں جس طرح اربوں کھربوں لوگ آئے چلے گئے۔ حضرت حجۃالاسلام بھی آئے اور چلے گئے۔ مگر اوروں کے آنے جانے اور انکے آنے جانے میں تھوڑا سا فرق ہے یہی جتنا سا زمین و آسمان کے بیچ فرق ہے۔ پریشانی یہ ہے کہ زمین و آسمان کے درمیانی فرق کی پیائش کا علم کسی کو نہیں۔ لوگ چلے جاتے ہیں تو چلے جاتے ہیں مگر کچھ لوگ جا چکنے کے بعد بھی جا نہیں چکتے، ٹھہرے رہتے ہیں۔ جیتے رہتے ہیں اور ان کا کام بھی نہیں رکتا۔ چلتا رہتا ہے اور نام کا خیر کیا کہنا۔

حجۃالاسلام حضرت مولانا نانوتوی نور اللہ مرقدہ بھی چلے گئے مگر اپنے تصوری پیکر کے ساتھ نگاہوں میں بسے ہوئے ہیں اور دلوں میں ٹھہرے ہوئے ہیں مولانا محمد قاسم صاحب نور اللہ مرقدہ بہت دنوں تک دارِ فانی میں رہے بھی نہیں۔ اس زندگی مستعار کا جتنا وقت ان کو ملا وہ بھی مناظروں اور دوسرے (جہاد آزادی کے) ہنگاموں میں خرچ ہوا۔ تصنیف و تالیف کی بھی فرصت صحیح طور پر ان کو نہیں ملی بس مختصر سے چند رسالے ان کی یادگار ہیں جن میں مناظرانہ عنصر غالب ہے لیکن قوم کی علمی تاریخ میں اُن کا مرتبہ بہت ہی بلند ہے ان کے نام سے دارالعلوم کا انتساب ہی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اسکی بناء پر ان کا نام ادب و احترام سے لیا جاتا ہے اور ہمیشہ لیا جائے گا۔ مدرسہ دیوبند کی ترقی کا سبب یہ ہے کہ اس کا بیج اچھا تھا اور اچھے ہاتھوں سے بویا گیا تھا۔ دیوبند کا مدرسہ حقیقتاً شاہ عبدالعزیز رحمۃاللہ اور شاہ ولی اللہ کے درس کی نمایاں خصوصیتوں کا حامل ہے۔

یہ کہنا قطعاً مبالغہ نہیں کہ دیوبند نے قوم کی بڑی مذہبی اور علمی خدمت کی ہے اسی مدرسہ کے فارغ التحصیل علماء " قاسمی " کہلاتے ہیں۔ قوم اور وطن کی مذہبی، ملی اور علمی و تہذیبی خدمات " ابنائے دیوبند " کا فریضہ ہے ہی ہر وہ شخص جو فکرِ سلیم کا مالک ہو اس کا بھی فرض بنتا ہے کہ افکار قاسمی کی ترویج و اشاعت میں بھرپور حصہ لے۔

درس قرآن

تاریخ نزول قرآن

صاحبِ قرآن کا آغاز نبوت ۶۱۰ء میں ہوا۔ پہلی وحی اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ ۶۱۰ء میں نازل ہوئی آپ ﷺ کی عمر مبارک اس وقت بحسابِ شمسی انتالیس سال ساڑھے تین ماہ اور بحساب قمری چالیس سال ساڑھے چھ ماہ تھی سلسلہ وحی تیئس سال کی مدت میں اختتام پذیر ہوا ،آخری وحی سورہ توبہ کی آخری دو آیتوں پر مشتمل تھی جو آپ کی وفات سے ۹ دن قبل ۶۳۳ء میں نازل ہوئی۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ قرآن کریم کو جن خصوصیات کے ساتھ دنیا کے حوالے کیا تھا جب سے اب تک کسی طرح کے تغیر و تبدل اور ادنیٰ تفاوت کے بغیر بالکل اسی طرح نسلًا بعد نسلٍ مسلمانوں میں منتقل ہوتا چلا آ رہا ہے۔ ایک لمحہ کیلئے نہ تو قرآن مسلمانوں سے جدا ہوا اور نہ مسلمان قرآن سے جدا ہوئے۔ جب اہتمام و حفاظت یہ حال ہو تو کسی طرح کی باطل آمیزش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا خود ارشاد باری ہے۔ لَا یَاۡتِیۡہِ الۡبَاطِلُ مِنۡ بَیۡنِ یَدَیۡہِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِہٖ۔ قرآن میں باطل کے گھسنے کی گنجائش نہ تو سامنے سے ہے اور نہ پیچھے سے۔

(حٰم سجدہ) اس کی ذمہ داری خدا ہی نے لی ہے کہ اسے ہر قسم کے اضافے اور کاٹ چھانٹ سے محفوظ رکھے گا۔

قرآن مکتوب و محفوظ :-

صرف لکھنے یا صرف یاد کرنے میں سہو اور بھول جانے کے نہ صرف امکانات ہیں بلکہ اس کا مشاہدہ بھی ہے لیکن اگر کسی چیز کے یاد کر لینے کے ساتھ ہی اس کی کتابت بھی کر لی جائے تو پھر سہو کے امکانات نہیں رہ جاتے ،ایک کی کوتاہی اور غلطی دوسرے سے پوری ہو جاتی ہے اور تصحیح ہو جاتی ہے یہ ہے دوہرا وسیلہ جسے پیغمبر ﷺ نے تحفظ قرآن کے لئے ------ اختیار و استعمال فرمایا۔

یہ نہایت مکمل اور یگانہ و یکتا طریقہ تھا، تاریخ عالم کسی کتاب کی حفاظت کے لئے یہ اہتمام پیش کرنے سے قاصر ہے ارشاد ربانی ہے : ذٰلِکَ الۡکِتٰبُ لَا رَیۡبَ فِیۡہِ۔ یہ ایک نوشتہ ہے جس میں شک و شبہ نہیں) بقرہ) کتاب کے معنیٰ نوشتہ اور لکھی ہوئی چیز کے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ابتداء ہی سے اس کو مکتوبہ صورت میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ نیز ارشاد ہے : وَالطُّوۡرِ وَ کِتٰبٍ مَّسۡطُوۡرٍ قسم ہے کوہ طور کی اور لکھی ہوئی کتاب کی سورہ طور اسی کے ساتھ لکھنے والے کی اعلیٰ خصوصیات کو بھی قرآن نے ظاہر کیا ہے، اور ان کی صحتِ کتابت کی ضمانت بھی دی ہے۔

ارشاد : فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ۔ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ۔ وہ ایک ایسے صحیفوں میں ہیں جو مکرم ہیں، اونچے درجے کے ہیں ،مقدس ہیں، جو ایسے لکھنے والوں کے ہاتھوں میں ہیں جو مکرم ہیں نیک ہیں۔ (سورہ عبس)

شعبہ کتابت :-

جیسا کہ ابھی گزارا کہ قرآن کریم کی حفاظت کے سلسلے میں پیغمبر علیہ السلام نے حفظ وکتابت کے دوہرے وسائل سے کام لیا پیغمبر علیہ السلام نے قرآن کریم کی کتابت کے سلسلے میں ایک مستقل اور با قاعدہ شعبہ قائم فرمایا تھا جس میں جلیل القدر صحابہ کرام کی ایک بڑی تعداد نظر آتی ہے، جو۔،کاتبان وحی،،کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں۔

جمع وترتیب:۔

ساتھ ہی ساتھ جمع وترتیب کا کام بھی آپ ﷺ کی نگرانی میں ہو رہا تھا، ایسا نہیں تھا کہ صحابہ کرام نے کیف ما اتفق، جس آیت کو جس جگہ چاہا لکھ دیا، بلکہ اس سلسلے میں پیغمبر علیہ السلام ہر آیت وسورہ کو اس کے صحیح مقام اور جگہ پر لکھے جانے کی با قاعدہ ہدایت فر ماتے تھے۔ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بحوالہ طبرانی، مجمع الزوائد میں ہے ہیثمی نقل کرتے ہیں: قَالَتْ کَانَ جِبرِئِلُ علیہ السلام یُمْلِیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، جبریل علیہ السلام قرآنِ کریم پیغمبر علیہ السلام کو لکھواتے تھے (جلد ۷ ص ۱۵۷) ۔ مستدرک حاکم میں ایک روایت ہے، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کنا عند النبی ﷺ نُؤَلِّفُ الْقُرْاٰنَ فِی الرِّقَاعِ۔ ہم آنحضور ﷺ کے پاس بیٹھ کر رقاع یعنی چرمی ٹکڑے میں قرآن کی تالیف کرتے تھے یعنی آیات مقررہ ومتفرقہ کو ان کی سورتوں میں جمع کرکے لکھتے تھے۔

استماع و تصحیح:۔

صرف جمع وترتیب ہی پر اکتفانہ فرماتے، بلکہ اشاعت سے پہلے اسے سنتے اور حسب ضرورت اسکی تصحیح فرماتے مثال کے طور پر جب بطور اضافہ غَیْرُ اُولِی الضَّرَرِکے الفاظ ،آیت لَا یَسْتَوِی الْقَاعِدُوْنَ) نساء آیت ۹۵) کے متعلق نازل ہوئے۔حالانکہ یہ اضافہ بقول حضرت امام مالکؒ حرفِ واحد کی حیثیت رکھتا تھا مگر صرف ایک حرفی اضافہ کو بھی نازل ہوتے ہی علیٰ الفور آپ ﷺ نے قلم بند فرمانے کا حکم فرمادیا۔ بہر حال مکمل درستگی کے بعد اشاعت کا حکم دیا جاتا تھا۔اس طرح پیغمبر علیہ السلام کے وصال کے بعد سلسلۂ وحی بند ہوا تو اس وقت صحابہ کرام کے پاس پورے کا پورا قرآن مرتب شکل میں لکھا ہوا موجود تھا۔البتہ کتابی سورت میں نہ تھا، کیوں کہ پیغمبر علیہ السلام کی موجودگی میں سلسلۂ وحی کے جاری رہنے سے اضافہ جات کی گنجائش تھی۔

علامہ قسطلانیؒ الکستانی میں نقل فرماتے ہیں وَقَدْ کَانَ الْقُرْاٰنُ کُلُّہٗ مَکْتُوْباً فِی عَھْدِہٖ ﷺ لٰکِنْ غَیْرُ مَجْمُوْعٍ فِی مَوْضَعٍ واحد یعنی قرآن پورے کا پورا پیغمبر علیہ السلام کے عہد ہی میں لکھا جا چکا تھا، ہاں ایک جگہ تمام سورتوں کی اجتماعی شیرازہ بندی نہیں کی گئی تھی۔

حضرت امام حنبلؒ کے ہمعصر حارث محاسبی اپنی کتاب فہم السنن میں قرآن کی یادداشتوں کے اس مجموعہ کے بارے میں جو پیغمبر علیہ السلام کے مکان میں تھا لکھتے ہیں: وکان المنتشر فیھا منتشرا فَجَمَعُھَا جامع وربطھا بِخَیْطٍ۔ یعنی اس میں قرآنی سورتیں الگ الگ لکھی ہوئی تھیں۔ بحکم حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ، زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے ایک جگہ سورتوں کو جمع کیا اور ایک دھاگے سے سب کی شیرازہ بندی کی (الاتقان ج ا ص ۸۵) (کاتبین وحی)

درس حدیث

دعا کی قبولیت اور مغفرت خداوندی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں: یا ابن آدم انک ما دعوتنی ورجوتنی غفرت لک علیٰ ماکان فیک ولا ابالی. اے ابن آدم جب تک تو مجھ سے مانگتا رہے گا لیکن ایک شرط ہے ''ورجوتنی'' آس لگا کر مانگتا رہے گا، دل لگا کر مانگتا رہے گا، اس عقیدے کے ساتھ مانگتا رہے گا کہ تیرے درد کو میرے سوا کوئی نہیں دور کر سکتا، تیری جھولی کو میرے سوا کوئی نہیں بھر سکتا، میرے سوا کسی کے پاس ایسے خزانے نہیں ہے، جو کبھی نہ خالی ہوئے نہ خالی ہوں گے میں ہی تیرے درد کو دیکھ رہا ہوں، تو جو مانگ رہا ہے سن رہا ہوں، اس آس اور امید کے ساتھ جب تک تو مجھ سے بھیک مانگتا رہے گا، سوال کرتا رہے گا. غفرت لک علیٰ ماکان فیک. تیرے گناہ، کیسے بھی ہوں میں ان گناہوں کو معاف کرتا رہوں گا. فرماتے ہیں ولا ابالی. میں تو بادشاہوں کا بادشاہ ہوں، میں کسی کی پرواہ نہیں کرتا. میرا بندہ مجھ سے آس لگائے ہوئے بھیک مانگ رہا ہے میں اسکے گناہوں کو معاف کررہا ہوں. کون ہے جو مجھ سے پوچھنے والا ہو کہ میں نے اپنے بندے کے گناہوں کو کیوں معاف کیا؟ مجھے کسی کی پرواہ نہیں. اس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ سے آس لگا کر دعا مانگنا اللہ کو بہت زیادہ پسند اور محبوب ہے، اللہ کی رحمت اور مغفرت اس بندے پر برستی ہے جو اللہ سے آس لگا کر بھیک مانگتا ہے. دعا مانگنا انسان کے گناہوں کی مغفرت کا بہترین ذریعہ ہے، اس لئے ہر انسان کو زیادہ سے زیادہ، رات دن، صبح وشام اللہ سے بھیک مانگنی چاہئے. حدیث پڑھنے اور پڑھانے والے طلبہ اور علماء جانتے ہیں کہ حدیث کی ہر کتاب کے اندر ایک مستقل باب ہوتا ہے. جس کو کہا جاتا ہے ''کتاب الدعوات'' اس باب کو پڑھنے والے جانتے ہیں کہ چوبیس گھنٹے، رات دن اللہ کے نبی کا کوئی کام ایسا نہیں کہ جس کے اندر کوئی نہ کوئی دعا آپ سے منقول نہ ہو، آپ سو رہے ہیں، اٹھ رہے ہیں، کھا رہے ہیں، پی رہے ہیں، فارغ ہو رہے ہیں، ضرورت کیلئے جا رہے ہیں، سفر کر رہے ہیں، سفر سے آ رہے ہیں، سواری پر بیٹھ رہے ہیں، ہر جگہ ایک دعا ہے. جو اللہ کا نبی اپنے اللہ سے مانگ رہا ہے. اس لئے مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر وقت اپنے اللہ سے آس لگائے رہے. یہ ہو سکتا تھا کہ چوبیس گھنٹے کے اندر ایک وقت ہوتا اور پانچ نمازیں ادا کرلی جاتیں بس ایک ہی وقت میں، مگر اللہ کی مصلحت یہ نہیں ہے، اس نے تھوڑے تھوڑے وقفے سے پانچ نمازوں کو فرض کیا، مصلحت بظاہر یہ معلوم ہوتی کہ رات اور دن، ہر وقت، ہر جگہ انسان کا رشتہ اپنے اللہ سے جڑنا چاہئے۔

نظم

(ذیشان نصر)

اللہ کے شیروں کی ہے جاگیر دیوبند
افکار محمد کی ہے تفسیر دیوبند
صدیق کے کردار کی تصویر دیوبند
فاروق کے افکار کی تعبیر دیوبند
عثمان کے ایثار کی تاثیر دیوبند
حیدر کے تدبر کی ہے تدبیر دیوبند
امداد کے فیضان کا ہے زندہ کرشمہ
قاسم کے تخیل کی ہے تعمیر دیوبند
محمود کے افکار و تصور کی ہے تمثیل
اشرف کے ہے انوار کی تنویر دیوبند
تفریق کے اس دور میں شیرازہ امت
قائم ہے رکھے صورت زنجیر دیوبند
بدعت کے لئے تو، یہ ہے تریاق کی مانند
ظلمت کے مٹانے کو ہے اکسیر دیوبند
اونچا ہے کیا پرچم حق اس نے جہاں میں
گمراہ عقائد کی ہے تکفیر دیوبند
مومن کے لئے تو یہ ہے گلزار کی مانبد
باطل کے لئے آہنی شمشیر دیوبند
سب باطنی امراض کا کرتا ہے مداوا
دکھ درد کے ماروں کا ہے دلگیر دیوبند
اس دور میں اعجاز یہ حاصل ہے اسی کو
اسلام کا ہے مرکزِ تشہیر دیوبن
پھر کیوں نہ کروں ناز میں ذیشان، جو لکھ دے
نسبت میں مری کاتب تقدیر دیوبند

بزرگان دین کے فیوض و برکات کا روحانی سفر (ادارہ)

قطب العالم ولی کامل عارف باللہ حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دیوبند کی سرزمین کو یہ فخر حاصل ہے کہ وہاں تاریخ کی مایہ ناز شخصیتیں پیدا ہوئی ہیں۔

زمانہ لکھے جنہیں آفتاب کرتا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔کچھ ایسے موتی پوشیدہ تیری خاک میں ہیں

حاجی سید عابد حسین (رح) کا شمار ایسے ہی بزرگان دین میں ہوتا ہے جن کی عظمت کے سامنے آسمان بھی عقیدت سے سر جھکاتا ہے ۱۲۵۰ ہجری میں وہ دیوبند میں پیدا ہوئے اور اپنے دامن میں علوم دین اور علوم معرفت کا وہ مرکز لے کر پیدا ہوئے جسے آج کے دور میں دین اسلام کا مینارہ نور یعنی دارالعلوم دیوبند کہا جاتا ہے۔ حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے فرسٹ ڈیزائنر تھے ۱۲۸۲ ہجری میں جب وہ چھتہ مسجد میں چلہ کر رہے تھے انہیں خواب میں حضور اکرم ﷺ نے تاسیس دارالعلوم کی بشارت فرمائی۔ آپ نے صبح کو دیگر اکابرین جن میں مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت شیخ الہند مولانا محمود الحسن رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم تھے، مولانا مہتاب علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا فضل الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اس کا تذکرہ فرمایا۔ سب حضرات نے خواب کو سن کر خوشی کا اظہار کیا مشاورت کے بعد یہ طئے پایا کہ دیوبند میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے۔ چنانچہ چھتہ کی مسجد میں اس نیک اور مبارک کام کا آغاز ہوا۔ کہتے ہیں استاد کا نام بھی محمود تھا اور شاگرد کا نام بھی محمود تھا۔ تاریخ میں بھی محمود شیخ الہند کے نام سے جانا گیا۔

مدرسہ کے چندہ کے سلسلہ میں حاجی عابد حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا رومال بچھایا اور سب سے پہلے اپنی جیب سے تین روپے نکال کر رومال پر رکھے۔ یہ واقعہ ۲ ذیقعدہ ۱۲۸۲ھ کا ہے وہ جمعہ کا دن تھا۔ اس کے بعد مولانا مہتاب علی رحمۃ اللہ علیہ نے سات روپے بطور عطیہ عنایت فرمائے، فضل الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دس روپے، منشی فضل حق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے چھ روپے اور مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بارہ روپے عنایت فرمائے۔ اسکے بعد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ ابوالبرکات کی مسجد میں تشریف لے گئے اور لوگوں سے مدرسہ کو عطیہ دینے کے لئے درخواست کی جس میں سب اصحاب خیر نے پوری دلچسپی لے کر عطیہ عنایت فرمایا۔ مجموعی رقم چار سوا ایک روپے آٹھ آنے جمع ہو گئی اور اس طرح باہمی تعاون سے دارالعلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔

اس سلسلہ میں ایک واقعہ یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت سے پہلے حاجی صاحب کے پاس ایک پنجابی طالب علم علم دین حاصل کرنے کیلئے حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا حضرت جی میں علم کی تلاش اور جستجو سندھ کے علاوہ دوسرے مقامات پر بھی گیا تھا لیکن مجھ سے ہر جگہ یہی کہا گیا کہ تم دیوبند میں حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں جاؤ۔ یہ سن کر حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ "یہاں تو کوئی مدرسہ نہیں ہے" اس کے تھوڑے توقف کے بعد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے خادم سے فرمایا کہ اسے پٹھان پورہ کی جامع مسجد میں لے جاؤ اور وہاں کے امام صاحب سے میری طرف سے کہنا کہ چند روز

کے لئے آپ اسے اپنے پاس رکھ لیجئے اور اس کے قیام وطعام کا انتظام بھی کر دیجئے۔اس واقعہ کے بعد حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھر پور جذبہ کے ساتھ دینی مدرسہ کے قیام کے لئے سر گرم عمل ہوئے اور ابتدائے محرم الحرام ۱۲۸۲ہجری میں دار لعلوم کا قایام عمل رو داد (میں آیا (ملاحظہ ہو دار لعلوم ۱۲۸۲ہجری)

ہماری نظر میں اگر حاجی سید حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم کے وجود کا خواب تھے تو حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ اس خواب کی تعبیر تھے۔حاجی صاحب اگر دارالعلوم کے جسم تھے تو امام الکبیر مولانا محمد قاسم صاحب (رح) اس کی روح تھے۔ ہمارے ذہن کو یہ احساس کبھی چھو کر نہیں گزرتا کہ ہم ان اکابرین میں کوئی امتیاز پیدا کریں۔ہر چند ہم اپنی محترم دادی صاحبہ کی طرف سے حاجی سید عابد حسین صاحب (رح)کے سلسلے ہیں لیکن ہماری نظر میں یہ کفر ہے اگر ہم مولانا قاسم صاحب (رح) کی (رح) نہ ہوتے تو دارالعلوم نہ ہوتا اور اگر حاجی) عظمت سے انکار کریں۔ہم سمجھتے ہیں کہ اگر امام الکبیر مولانا محمد قاسم ساحب نانوتوی صاحب (رح) نہ ہوتے تب بھی دارالعلوم نہ ہوتا۔حاجی صاحب اور مولانا قاسم صاحب نانوتوی (رح) کے اسمائے گرامی دارالعلوم کی تاسیس کا لازمی حصہ ہیں۔اور اسی طرح دوسرے بانیان دارالعلوم بھی ہماری نظر میں قابل صد احترام ہیں۔یہ بلکل ایسی صورت ہے کہ اگر مشینری کا ایک پرزہ نکال دیا جائے تو دوسرے پرزے خود بخود متاثر ہو جاتے ہیں اور فنکشنری نظام اس سے پوری طرح معطل ہو جاتا ہے۔حاجی صاحب (رح) کی عملی قوت اور جرات مولانا قاسم صاحب نانوتوی (رح) کی علمی قوت نے دارالعلوم دیوبند کی عظمت کو آسمان کی بلندیوں سے اونچا کیا۔اگر کوئی بھی ذہن اس میں اونچ نیچ پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ہمیں یقین ہے کی اس کی روح کو حشر میں اس کا جواب دینا ہوگا۔یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ تاسیس دارالعلوم کے بعد سید عابد حسین صاحب (رح) (رح) سے درس وتدریس کے سلسلہ میں رابطہ قائم کیا۔اس وقت امام الکبیر اور مولانا یعقوب صاحب (رح)) نے مولانا قاسم صاحب میرٹھ میں مکتبہ مجتبائی میں قرآن مجید کی تصحیح کا کام کرتے تھے۔حضرت حاجی سید عابد حسین صاحب (رح) اس بات کو پوری قوت سے محسوس کرتے تھے کہ درس وتدریس ان کا دائرہ عمل نہیں ہے اور وہ یہ بھی جانتے تھے کہ حجۃ الاسلام مولانا قاسم نانوتوی (رح)اس مسند کے سب سے بڑے امام ہیں۔بصد اصرار مولانا قاسم صاحب نانوتوی (رح) کار تدریس کے لئے آمادہ ہوئے اور حاجی صاحب کیلئے عملی کا اطمنان بخش ہوا۔حاجی سید عابد حسین صاحب (رح) ایک طویل عرصہ تک مہتمم مدرسہ کی صورت میں دفتر اہتمام کا جلی عنوان رہے۔انہوں نے اس عرصہ میں معماری کے علاوہ دارالعلوم کی باغبانی کا کام کیا۔دارالعلوم کی تصویر کے نوک وپلک سنوارے اور اس عمارت کو عمارت عظیم بنایا۔دارالعلوم کی عظمت،اس کی آفاقیت حاجی صاحب (رح) کی للٰھیت اور اخلاص کا نتیجہ ہے۔چند سالوں میں دارالعلوم کا تعارف ہندوستان کے باہر کے ممالک میں وسیع اور بیکراں ہوتا چلا گیا۔خود امام الکبیر کو اس بات کا احساس تھا کہ دارالعلوم کوئی منصوبہ بند اسکیم نہیں تھی بلکہ محض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی کے مطابق قائم کردہ ادارہ تھا جو حاجی ساحب (رح) نیک ہاتھوں سے معرض وجود میں آیا۔دارالعلوم کی بنیاد تقویٰ پر تھی اس لئے اس مقصد کا کامیاب ہونا لازمی تھا۔باقی آئندہ۔بقلم اطہر صدیقی

عقائد علمائے دیوبند کی مکمل دستاویز

(ادارہ)

علمائے حرمین شریفین کا خطاب، علمائے دیوبند کے نام

اۓ علمائے کرام ! آپ حضرات پر چند لوگوں نے وہابی عقائد کا الزام عائد کیا ہے اور اس کے ثبوت میں آپ کی بعض کتابوں کے حوالے دیئے ہیں اور ان پر ہم سے فتویٰ طلب کیا ہے، ہم نے خالی الذہنی میں جواب دیدیا بعد میں معلوم ہوا کہ یہ دجل وفریب تھا، چونکہ آپ کی کتابیں اردو زبان میں تھیں، ہم حقیقت حال سے کماحقہ واقف نہ ہوسکے، لہٰذا آپ حضرات سے یہ چند سوالات دریافت کرنا چاہتے ہیں واضح طور پر جواب دیں۔

سوال 1،2 :-

مدینہ طیبہ کی زیارت کرنے والا روضہ نبوی (ﷺ) کی نیت سے سفر کرے یا مسجد نبوی شریف کی زیارت کی نیت سے سفر کرے؟ "شدرحال" کا کیا حکم ہے؟ (یعنی روضہ نبوی شریف کی زیارت کے لئے مستقل سفر کرنا)

جواب :-

ہمارے اور ہمارے شیوخ واکابر کے نزدیک حضرت سید المرسلین ﷺ کے روضہ انور کی زیارت اللہ تعالیٰ کی خوشنودی، ثواب عظیم اور سعادت عظمیٰ کا ذریعہ ہے، بلکہ زیارت نبوی شریف کا حکم واجبات میں شمار کیا جاتا ہے کہ اس سفر میں مسجد نبوی شریف اور دیگر مقاماتَ مقدسہ کی نیت شامل کرلے۔

علامہ ابن حمام (حنفی فقیہ) نے سب سے اچھا فیصلہ کیا ہے، لکھتے ہیں: بوقت سفر "روضہ اقدس" کی زیارت کی نیت کرے جب وہاں حاضر ہوگا تو خود بخود مسجد نبوی شریف کی بھی زیارت ہو جائیگی (کیونکہ روضہ مبارکہ مسجد نبوی شریف میں ہے) اس میں صورت میں حضور ﷺ کی تعظیم وتکریم زیادہ ہوگی۔

مزید ثبوت کیلئے "زُبدۃالمناسک" مؤلفہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃاللہ علیہ "احسن المقال" مؤلفہ مفتی صدرالدین دہلوی رحمۃاللہ علیہ کا مطالعہ کیجئے۔

سوال 3،4:-

کیا حضور ﷺ کا توسل دعاؤں میں جائز ہے یا نہیں؟

اسی طرح سلف صالحین (صدیقین، شہداء واولیاء اللہ) سے توسل کے بارے میں کیا رائے ہے؟

جواب :-

ہم اور ہمارے سارے شیوخ واکابر کے نزدیک اپنی دعاؤں میں انبیاء کرام واولیاء اللہ وشہداوصدیقین کا توسل جائز ہے ان کی حیات میں بھی اپنی دعاؤں میں اس طرح کہہ سکتا ہے۔اے اللہ ! میں بوسیلہ فلاں بزرگ آپسے دعا کی قبولیت وحاجت برآری چاہتا ہوں یا

اس جیسے دوسرے کلمات کہہ سکتا ہے، خطاب صرف اور صرف اللہ ہی سے ہوگا (مزید ثبوت کے لئے شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ مطالعہ کیجئے (فتاویٰ رشیدیہ ج 1 ص 93)
اس سلسلے میں حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی " مناجات مقبول " کے چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

صدقہ اپنی عزت و اجلال کا صدقہ پیغمبر کا اُن کی آل کا
اپنے پیغمبر کا صدقہ اے خدا نام جن کا ہے محمد مصطفیٰ
حضرت موسیٰ کا صدقہ اے کریم جو ہیں پیغمبر ترے اور ہیں کلیم
اور سب اصحاب و آل مصطفےٰ کے واسطے رحم کر مجھ پر الٰہی اولیاء کے واسطے

نوٹ :-
مذکورہ اشعار میں خطاب صرف اللہ تعالیٰ سے ہے

سوال : 5 : حیات النبی ﷺ کے بارے میں آپ حضرات کا کیا عقیدہ ہے اور کیا آپ کی حیاتِ شریفہ عام مسلمانوں کی حیاتِ برزخی کی طرح ہے ؟

جواب :-
ہم اور ہمارے سارے شیوخ واکابر کے نزدیک حضور ﷺ اپنی قبر شریف میں اپنے مبارک جسم کے ساتھ زندہ ہیں اور آپ کی یہ زندگی عام مسلمانوں کی طرح صرف برزخی روحانی نہیں بلکہ نہایت اعلیٰ وارفع زندگی ہے مزید ثبوت کے لئے "آب حیات " مؤلفہ مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ " المورد الفرسخی فی المولد البرزخی " مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ " عالم برزخ " مؤلفہ قاری محمد طیب قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند مطالعہ کیجئے۔

سوال 6:-
مسجد نبوی شریف میں دعا کرنے والے کو بوقت دعا مواجہ شریف کی جانب رخ کرکے آپ کے وسیلے سے بارگاہ الٰہی میں دعا کرنا کیسا ہے ؟

جواب :-
اس مسئلہ میں حنفی فقہاء کی دو رائے ہیں۔ لیکن ہم اور ہمارے شیوخ واکابر کے نزدیک بہتر یہی ہے کہ مواجہ شریف کی جانب اپنا منہ کرکے کھڑا ہو اور آپ ﷺ کے وسیلے سے جناب باری تعالیٰ میں دعا کرے۔
یہ طریق اجابت دعا کے لئے زیادہ قریب ہے اسی پر ہمارا اور ہمارے شیوخ واکابر کا عمل ہے۔
مزید ثبوت کے لئے " زبدۃ المناسک ص 6، مؤلفہ رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کا مطالعہ کیجئے۔

سوال 7 :-
کثرت سے درود شریف پڑھنے اور دلال الخیرات (درود شریف کی جامع کتاب) ودیگر اوراد کے پڑھنے پڑھانے کے بارے میں آپ حضرات کی کیا رائے ہے ؟

جواب :-
ہم اور ہمارے شیوخ واکابر کے نزدیک نبی کریم ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھنا مستحب ہی نہیں بلکہ افضل المستحبات عمل ہے اور موجب رحمت وبرکات اور باعثِ خوشنودی الٰہی ہے۔ خواہ دلائل الخیرات پڑھ کر ہو یا درود شریف کے دیگر رسائل کی تلاوت سے ہو لیکن افضل اور سب سے بہتر درود شریف ہے جس کے الفاظ خود نبی کریم ﷺ سے منقول ہوں جیسے درود ابراہیمی وغیرہ، اگرچہ غیر منقول درود شریف پڑھنا بھی ثواب سے خالی نہیں۔ ہمارے مشائخِ طریقت اور اساتذہ کرام " دلائل الخیرات " پڑھا کرتے تھے اور اپنے مریدوں کو اجازت بھی دیا کرتے تھے اور آج بھی اسی پر ہمارا عمل ہے (آداب النبی) مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کا مطالعہ کیجئے۔

سوال 8:-
کیا صوفیہ کرام کے اشغال واوراد اور ان سے بیعت (پیری مریدی) آپ حضرات کے ہاں جائز ہے یا نہیں ؟
اسی طرح اولیاء اللہ کے سینوں اور ان کی قبوں سے باطنی فیوض اور اہل طریقت کی رُوحانیت سے مریدوں کو نفع ملتا ہے یا نہیں ؟
جواب :-
ہمارے نزدیک یہ بات پسندیدہ ہے کہ جب مسلمان عقائد ضروریہ کی درستی کرلے اور مسائل ضروریہ کی تحصیل سے فارغ ہو جائے تو کسی ایسے شیخ طریقت سے بیعت ہو جائے جو شریعت میں راسخ القدم ہو آخرت کا طالب ہو، دنیا سے بے رغبت ہو، اپنی اصلاح نفس کرچکا ہو، اعمال ضروریہ کا خوگر ہو (یعنی فرائض وواجبات طبیعت ثانیہ ہو چکی ہو) گناہوں سے اجتناب کرتا ہو، خود بھی کامل ہو اور دوسروں کو بھی دین کا کامل بنانے کی اہلیت رکھتا ہو تو ایسے مُرشد کامل کو اپنا رہنما بنالے اور اس کی ہدایات وتعلیمات پر استقامت سے عمل شروع کردے اور اس کے بتائے ہوئے ذکر وفکر سے اُس نسبت (تعلق مع اللہ) کو حاصل کرے جو نعمتِ عظمیٰ وغنیمت کبریٰ ہے اور جس کو احادیث صحیحہ میں لفظ " احسان " سے تعبیر کیا گیا ہے۔
اور جس شخص کو ریاضت ومجاہدہ کے بعد یہ نعمت حاصل نہ ہو اُس کو مایوس نہ ہونا چاہئے ایسے شخص کا بھی سلسلہ میں شامل رہنا ان شاء اللہ تعالیٰ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔
بحمد للہ ہم اور ہمارے مشائخ واساتذہ ایسے مرشدین کاملین میں داخل ہیں اور خود بھی منصبِ ارشاد وتلقین کے حامل رہے ہیں۔ اور بحمد للہ آج بھی ہیں، ہمارے خانقاہیں وشجرے وکتب تصوف مشہور ومعروف ہیں۔
اب رہا اہل طریقت کی رُوحانیت سے استفادہ اور ان کے قلوب سے باطنی فیوض کا حصول سو یہ بات درست ہے اور عملاً یہ طریقہ رائج ہے لیکن اس کے حاصل کرنے کا وہ طریقہ نہیں جو عوام میں رائج ہے بلکہ ہے جو خواص اہل دل میں پایا جاتا ہے۔
(واضح رہے کہ یہ مسئلہ تصوف سے ونیز ذواقِ وجدان سے متعلق ہے)
تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں " التکشف فی مہمات التصوف " مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی " امداد السلوک " مؤلفہ مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی " ارشاد ومرشد " مؤلفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی سوال 9 : کیا آپ حضرات کا خیال ہے کہ حضور ﷺ سے اور کوئی افضل ہے۔

جواب: ہم اور ہمارے سارے شیوخ واساتذہ کا عقیدہ اس مسئلے میں بالکل واضح ہے کہ حضور ﷺ تمام مخلوقات سے افضل واعلیٰ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے بہتر اور برتر ہیں اور وہ قُربِ الٰہی جو آپ ﷺ کو حاصل ہے کوئی شخص برابر تو کیا اُس کے قریب ھی

لا یمکن الثناء کماکان حقہ   بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

نہیں پہنچ سکتا، آپ ﷺ سید الاولین وآخرین ہیں، نبوت ورسالت کے سرے کمالات آپ ﷺ پر ہی ختم کر دیئے گئے ہیں۔
یعنی ہمارا عقیدہ ہے اور یہی دین دین وایمان کا تقاضہ ہے اس کے خلاف بے دینی اور گمراہی ہے۔
بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃاللہ علیہ نبی اکرم ﷺ کی شان وعظمت میں لکھتے ہیں۔

تو فخر کون ومکاں زُبدہ زمین وزماں   امیر لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں   ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار
بڑی امید ہے یہ   اُمیدیں لاکھوں ہیں لیکن   کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا شمار
اُڑا کے باد مری مُشتِ خاک کو پس مرگ   کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا   کہ جائے کوچہ اطہر میں تری بن کے غُبار
جو تو ہی ہمکو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا   بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار

نوٹ:-

سرکارِ دو عالم ﷺ کی شان ومنقبت میں علمائے دیوبند وسہارن پور کی بے شمار نعتیں وقصائد ہیں اور اس سلسلے میں مستقل رسالے اور کتابیں شائع ہوتی رہی ہیں۔ فجزاللہ عنا نبینا صلی اللہ علیہ وسلم بما ھو اھلہ

سوال 10:-
کیا آپ حضرات حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی نبی ورسول کے وجود کو جائز سمجھتے ہیں دراحالانکہ حضور اکرم خاتم النبیین ہیں اور آنحضور کا ارشاد ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، اس کے علاوہ ایسے شخص کے بارے میں آپ حضرات کا کیا خیال ہے جو امکانِ نبوت کو ظاہر کرتا ہو؟
جواب: ہم اور ہمارے مشائخ کرام کا عقیدہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے فرمایا ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ۔ اور یہی بات احادیث سے ثابت ہے۔
لہٰذ حاشا وکلا ہم میں سے کوئی اس کے خلاف کہے (نعوذ باللہ) اور جو کوئی ختم نبوت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔ ختم نبوت اسلام کے بنیادی عقائد میں شمار کیا جاتا ہے، حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی (بانی دارالعلوم دیوبند) نے اپنے رسالہ " تحذیر الناس " میں نہایت واضح طور پر حضور اکرم ﷺ کی خاتمیت کو ثابت کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ کے زمانہ کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں اور ذات کے لحاظ سے بھی خاتم النبیین ہیں آپ ہی فرد اکمل ویگانہ اور دائرہ رسالت ونبوت کے مرکز بھی ہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں ذاتاً بھی اور زماناً بھی۔

نوٹ: مسئلہ ختم نبوت پر جیسی ہمارے علماء نے علمی خدمات انجام دی ہیں اس کی نظیر شاذ و نادر ہی کہیں اور طبقات میں ملے۔ تحذیر الناس مؤلفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی۔ " ختم نبوت " مؤلفہ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان، یہ کتاب تین جلدوں میں ایسی مدلل و مکمل کتاب ہے جس نے قادیانیت پر قیامت ڈھادی۔

سوال 11:-

کیا آپ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو ہم پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسے بڑے بھائی کو چھوٹے بھائی پر ہوتی ہے؟ اور کیا آپ حضرات میں سے کسی نے اپنی کتاب میں ایسا لکھا ہے؟

جواب:-

ہم اور ہمارے شیوخ میں سے کسی کا بھی ایسا عقیدہ نہیں ہے اور نہ کسی مسلمان کا ہو سکتا ہے ہم نہیں سمجھ سکتے کہ کوئی بھی ضعیف الایمان شخص ایسی خرافات اپنی زبان سے نکالتا ہو اور جو شخص ایسا خیال رکھتا ہو وہ حدود اسلام سے خارج ہو گیا۔ ہماری اور ہمارے سارے بزرگوں کی کتابیں ایسے واہی تباہی عقیدے بیزار ہیں اور جو شخص ایسے واہیات و خرافات کا ہم پر یا ہمارے بزرگوں پر الزام لگاتا ہے وہ جھوٹا مفتری کذاب ہے، نبی کریم ﷺ کا افضل البشر ہونا ایسا قطعی اور واضح عقیدہ ہے جس میں کسی مسلمان کو شک نہیں ۔

حاسدوں نے ہم پر الزام لگایا ہے جو بدترین جھوٹ ہے۔

سوال 12:-

کیا آپ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کو صرف احکام شرعیہ کا علم تھا؟ یا آپ کو وہ علوم و اسرار عطاء ہوئے تھے جو مخلوق میں کسی بھی نہیں دیئے گئے تھے؟

جواب:-

ہم اور ہمارے شیوخ و اکابر قلب و زبان سے اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کی ساری مخلوق میں سب سے زیادہ علم والے ہیں آپ کے علوم و معارف میں کوئی بھی آپ کے برابر نہیں نہ کوئی نبی مرسل نہ مقرب فرشتہ۔ آپ کو اولین و آخرین کا علم عطا کیا گیا مخلوق میں علمی خزائن آپ ہی کو دیئے گئے، آپ پر اس بارے میں اللہ کا فضل عظیم ہوا ہے۔

سوال 13:-

کیا آپ حضرات کی یہ رائے ہے کہ شیطان ملعون کا علم نبی اکرم ﷺ سے زیادہ وسیع تر ہے۔ اور کیا آپ نے کسی مضمون یا کتاب میں یہ خبیث بات لکھی ہے؟ اور جس کا یہ عقیدہ ہو اس کا کیا حکم ہے؟

جواب:-

اس بارے میں ہم لکھ چکے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے علوم و معارف و اسرار الٰہیہ علی الاطلاق اللہ سبحانہ تعالیٰ کی تمام مخلوقات سے زیادہ ہیں اور ہمارا یہ ایمان ہے کہ جو شخص یہ کہے کہ فلاں فلاں شخص آنحضور ﷺ سے زیادہ یا برابر علم والا ہے وہ کافر ہے ایسے شخص کے بارے میں ہمارے مشائخ نے کفر کا فتویٰ دیا ہے۔

بھلاہماری کسی تصنیف میں یہ خبیث مضمون کیونکر آ سکتاہے، ذرا غور فرمایئے ادنی مسلمان کو شیطان مردود پر ہر طرح شرف وفضیلت
حاصل ہے چہ جائیکہ نبی مرسل خاتم النبیین ﷺ کی فضیلت وبزرگی ؟
چہ نسبت ال رَا با عالم پاک اس کی صراحت ایک نہیں ہمارے سینکڑوں علماء ومشائخ نے بارہاکی ہے اس کے باوجود ہم پر بہتان لگایا جاتا ہے ایسے لوگ یوم جزا سے بے خوف ہوگئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ کے علم مبارک کو شیطان مردود کے علم سے تشبیہ دینا یا اس جیسا عنون بیان کرنا سراسر بے دینی وگستاخی ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔
مزید ثبوت کے براہین قاطعہ "مؤلفہ حضرت مولانا محدث خلیل احمد صاحب اور " بسط البنان " مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اسکے علاوہ کتاب " السحاب المدار : ص 48 ملاحظہ فرمایئے۔

سوال 14 :-
کیاآپ حضرات کا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا علم زید وبکر اور جانوروں کے علم جیسا ہے ؟ یا پھر اس خرافات سے آپ حضرات بری ہیں ؟ اور کیا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے اپنے رسالہ " حفظ الایمان " میں ایسا مضمون لکھاہے ؟ اور جو یہ عقیدہ رکھے اس کا کیا حکم ہے ؟
جواب :-
میں کہتا ہوں یہ بھی ان لوگوں کا افتراء وکذب ہے انہوں نے مولانا تھانوی رحمۃاللہ علیہ کے کلام کے معنی کو بدلا اور اُن کی مُراد کے خلاف ظاہر کیا۔ خود حضرت تھانوی نے اس عقیدے کی تردید تحریراًاور تقریراًکی ہے اور ایسے مضمون سے بیزارگی ظاہر کی ہے لیکن یہ جھوٹے لوگ برابر یہی اَلاپتے رہے کہ تھانوی نے ایسا ہی لکھاہے اور اس کا یہی مطلب ہے۔ نعوذ باللہ منہ۔
خود مولانا تھانوی نے اپنی کتاب بسط البنان ص 45 پر صراحت کردی ہے کہ میں نے یہ خبیث مضمون (جو میری منسوب کیا گیا ہے) کسی کتاب میں نہیں لکھاہے اور لکھنا تو درکنار میرے قلب میں اس مضمون کا کبھی وسوسہ بھی نہیں گزرا، جو شخص ایسا اعتقاد صراحۃً یا اشارۃً یہ بات کہے اس شخص کو خارج اسلام سمجھتا ہوں۔
دراصل علامہ تھانوی نے اپنے مختصر رسالہ "حفظ الایمان " میں سوال کرنے والے کے تین سوالات کا جواب لکھاہے جو اُن سے پو چھے گئے تھے۔

پہلا سوال :-
قبروں کو تعظیمی سجدہ کرنا کیساہے ؟

دوسرا سوال :-
مزارات کا طواف کرنا کیساہے ؟

تیسرا سوال :۔
حضور ﷺ کو عالم الغیب کہنا درست ہے یا نہیں؟
مولانا تھانوی نے عالم الغیب کے بارے میں جواب دیتے ہوئے یہ فرمایا کہ قرآن وحدیث میں لفظ غیب کا استعمال ایسے علم کے لئے آیا جو ذاتی ہو یعنی بغیر کسی ذریعہ وسیلہ کے حاصل ہو۔ (جیسے اللہ تبارک وتعالیٰ کا علم) اور رسولوں ونبیوں کو جو علم دیا جاتا ہے وہ وحی یا الہام کے ذریعہ دیا جاتا ہے لہٰذا ایسے علم کو غیب نہیں کہا جائے گا اگر نبیوں کے علم کو بھی غیب کہا جائے تو علم الٰہی سے التباس پیدا ہوگا۔ یعنی اللہ اور نبیوں کا علم یکساں ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں کیونکہ علم غیب صرف خاصہ خداوندی ہے۔ لہٰذا رسولوں کو علم دیئے جانے کی بنیاد پر انھیں عالم الغیب کہنا مناسب نہیں۔ قرآن حکیم میں علم غیب کو اللہ نے خاص اپنے لئے فرمایا ہے۔

قل لا یعلم من فی السمٰوٰۃ والارض الغیب الا اللہ ۔الآیہ (سورۃ النمل آیت 65)
ترجمہ :۔ زمین وآسمانوں میں کوئی بھی غیب نہیں جانتا سوائے اللہ تبارک وتعالیٰ کے۔
ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرتم من الخیر ۔
ترجمہ :۔ اور اگر میں (محمد ﷺ) عالم الغیب ہوتا تو بہت سارا خیر جمع کر لیتا اور مجھ کو کوئی برائی نہیں پہنچ سکتی۔

اس مضمون کی کئی آیات ہیں جن میں وضاحت کے ساتھ کہا گیا ہے کہ غیب صرف اللہ تبارک وتعالیٰ کے لئے خاص ہے یہ اللہ تعالیٰ کی خصوصی صفت ہے جیسے موت وحیات وغیرہ کی صفت صرف اللہ کے لئے خاص ہیں اس صفت میں کوئی بھی شریک نہیں۔
البتہ اللہ تبارک وتعالیٰ جو علم اپنے نبیوں ورسولوں کو عطا فرماتے ہیں وہ " اطلاع علی الغیب " ہے علم غیب نہیں، الغیب اللہ تعالیٰ کی خاص ذاتی صفت ہے۔ قرآن حکیم نے نبیوں کے علم کی یہی حقیقت بیان کی ہے کہ انہیں جو علم دیا جاتا ہے وہ علم غیب نہیں اطلاع علی الغیب ہے (یعنی بعض غیب کی باتیں ان پر کھول دی جاتی ہیں) وہ آیت شریفہ یہ ہے۔
وماکان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء۔
ترجمہ : اور نہ اللہ تمہیں غیب پر مطلع کرنے والا ہے البتہ اللہ جس کو چاہتا ہے اپنے رسولوں میں سے انتخاب کر لیتا ہے۔
(یعن بعض اُمور غیب کی اطلاع کے لئے)
یہی حقیقت دوسری آیت میں بیان کی گئی ہے
عالم الغیب فلا یظھر علیٰ غیبہ احدا (سورہ الجن)
یہاں اظہار علیٰ الغیب کہا گیا دونوں کا مفہوم ایک ہی ہے۔ اطلاع علیٰ الغیب اظہار علیٰ الغیب
(اطلاع یا اظہار غیب صرف نبیوں کو دیا جاتا ہے)
اب رہا حضور اکرم ﷺ کے علم شریف کو زید، عمر بکر یا حیوانات کے علم کے جیسا قرار دینا حاشا وکلا کوئی بھی مسلمان ایسی جرات نہیں کر سکتا چہ جائیکہ مولانا تھانوی جیسا عالم وفاضل زمانہ (ایسی بکواس کرے نعوذ باللہ منہ) ہمارے سارے علماء ومشائخ اس تصور سے بری ہیں اور خود حضرت تھانوی نے اپنے رسالہ " بسط البنان " میں صراحتہً لکھ دیا ہے کہ جو شخص فخر بنی آدم حضور اکرم سید نا

محمد رسول اللہ ﷺ کے علم شریف کو کسی مخلوق کے برابر یا مماثل بتاتے ہوئے وہ شخص اسلام سے خارج ہے۔ مگر باوجود ان تصریحات کے یہ بریلی کا طبقہ وہی الزام لگائے جارہا ہے۔ اللہ ان کو ہدایت دے (گمراہی میں بہت دور چلے گئے)۔

سوال 15:-

کیاآپ حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر ولادت شرعاً بری بات یا حرام ہے۔

جواب: حاشاو کلا ہم تو کیا کوئی بھی مسلمان ایسا نہیں جو حضور اکرم ﷺ کے ذکر ولادت کو برا یا بدعت حرام کہے، ہم تو یہاں تک کہتے ہیں کہ آپ کے نعلین شریفین کا تذکرہ بھی باعث برکت وسعادت ہے۔ اسی طرح اُن جملہ احوال کا ذکر جن کا آپ کی ذاتِ اقدس سے تعلق ہے باعثِ رحمت وثواب دارین ہے جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب " براہین قاطعہ " (مؤلفہ مولانا خلیل احمد صاحب محدث) میں متعدد جگہ لکھا ہے۔

علاوہ ازیں ہمارے مشائخ کے فتاویٰ میں اس کا جواز نقل کیا گیا ہے چنانچہ شاہ محمد اسحٰق صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کے شاگرد مولانا احمد علی صاحب محدث سہارنپوری کا فتویٰ درج کیا جاتا ہے جو ہمارے تمام مشائخ کے استاذ الکل ہیں کسی نے مولانا سے پوچھا تھا، مجلس میلاد کس طرح جائز اور کس طرح ناجائز ہے؟

مولانا نے لکھا حضور اکرم ﷺ کا ذکر ولادت شریف باعث خیر وبرکت ہے لیکن اس میں چند اُمور کا لحاظ رکھنا ضروری ہے۔

اول :-

ولادتِ شریفہ کا ذکر صحیح صحیح روایات سے ہو۔

دوم:-

نمازوں کے اوقات کا لحاظ رکھتے ہوئے ہو (یعنی اس عمل سے نمازیں قضا یا مؤخر نہ ہوں)

سوم:-

اُسی طریقے سے ہو جو خیر القرون (دور صحابہ، تابعین، تبع تابعین) کے دور میں پایا جاتا تھا۔

چہارم:-

اُن آداب کے ساتھ ہو جو صحابہ کرام کی سیرت میں ملتے ہیں۔

پنجم:-

اُس مجلس میں مُنکراتِ شرعیہ نہ ہوں (جیسے ساز وراگ، مرد عورتوں کا اجتماع، آرائش وچراغاں وغیرہ)

ششم:-

اخلاص ونیک نیتی سے ہو (رسم ورواج یا نام ونمود وشہرت کی نیت سے نہ ہو)

ہفتم اس ذکرِ خیر کے لئے مخصوص دن تاریخ متعین نہ کی جائے (کہ ہر سال انہیں تاریخوں میں ذکر ولادت منائی جاتی ہو)

الغرض مولود حدود کے ساتھ ہو تو یہ ذکر باعثِ سعادت ہے بھلا ایسے ذکر کو کون منع کرے گا۔ ہم پر یہ الزام وتہمت ہے کہ ہم مولود شریف کے ذکر کو منع کرتے ہیں، البتہ ہم اُن ناجائز اُمور سے منع کرتے ہیں جو مولود شریف میں شامل ورائج ہیں۔

ہمارے علاقوں میں مولود شریف پڑھنے والے وہ لوگ ہیں جو پیشہ ور قسم کے قوال، ڈاڑھی منڈھے، بے نمازی جنھیں نہ جنابت کی خبر نہ طہارت کا پاس ولحاظ، منہ سگریٹ کی بدبو، چہرے پر لعنت یہ لوگ رات رات بھر گلے ملاملا کر آوازیں نکالتے ہیں، خود بھی نمازیں نہیں پڑھتے اوروں کی نمازوں کو بھی غارت کر دیتے ہیں۔ آجکل عورتیں بھی رنگ برنگ کی آوازوں سے راگ راگنی کی طرح میلاد پڑھتی ہیں جبکہ مردوں کی موجودگی میں ان کو قرآن شریف بھی آواز سے پڑھنا منع ہے، ایسے میلاد کو اگر منع نہ کیا جائے تو کیا اس کی ہمت افزائی کرنی چاہئے؟ (اللہ انہیں ہدایت دے آمین)

نوٹ:۔ذکر میلا کی مستند کتاب " نشر الطیب " مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی صاحب مطالعہ کیجئے۔

سوال 16:-

کیا آپ حضرات نے اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ذکرِ ولادت جنم اسٹمی کی طرح ہے؟

جواب:-

یہ بھی ان جھوٹوں کا ایک اتہام اور پرپیگنڈہ ہے جو ہم پر لگایا جاتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکرِ مبارک پسندیدہ اور افضل ترین مستحب ہے پھر کسی مسلمان کی طرف سے کیونکر گمان ہو سکتا ہے کہ وہ آپ کے ذکرِ شریف کو معاذاللہ کافروں کے عمل جیسا قرار دے؟

جن جھوٹوں نے یہ مضمون مولانا رشید احمد گنگوہیؒ محدث کی جانب منسوب کیا ہے وہ بدترین جھوٹ اور ناپاک الزام ہے۔ مولانا گنگوہیؒ مجلسِ میلاد کے موجودہ منکرات بیان کرکے لکھتے ہیں۔

" بعض لوگ ذکرِ ولادت کے وقت یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضور ﷺ بوقتِ ذکر شریف مجلسِ میلاد میں تشریف لاتے ہیں اور پھر اس تصور کے ساتھ وہ لوگ فوری کھڑے بھی ہو جاتے ہیں ایسے لوگ غلطی میں مبتلا ہیں، یہ قیام بلا دلیل شرعی ہے (یعنی قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت نہیں ملتا) دراصل ایسے لوگوں کو غیر مسلموں کے یومِ ولادت سے دھوکہ ہوا یا شیعہ وروافض کے عمل سے دھوکہ ہوا جب کہ یہ لوگ ایسے موقعوں پر یہ طریقہ اختیار کرتے ہیں''۔

مسلمانوں کو اپنے محترم نبی کے ذکرِ ولادت کو اس طرح ادا نہ کرنا چاہئے جس طرح غیر مسلم ادا کرتے ہیں اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ شرعاً بُرا ہے۔

حضرت شیخ رشید احمد گنگوہیؒ نے ہندوستانی جاہلوں کے اس باطل عقیدے کا انکار کیا ہے نہ کہ ذکرِ ولادت شریف کی نفی کی ہے، ہم اور ہمارے سارے مشائخ حضور اکرم ﷺ کے نعلین شریفین کی اہانت کو بھی موجب کُفر سمجھتے ہیں۔

اللہ ان مفسدوں کو ہدایت دے (بُغض وعناد میں اندھے ہو گئے ہیں)

مزید ثبوت کے لئے کتاب " خیر النعال " مؤلفہ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانویؒ مطالعہ کیجئے۔

سوال 17:-

شریعت کے اصول، فروع میں چاروں اماموں میں سے کسی ایک امام کا مقلد کیسا ہے؟

جواب:-

موجودہ زمانہ میں یہ ضروری ہو گیا ہے کہ کسی ایک امام کی تقلید کی جائے کیونکہ ہمارا بارہا تجربہ، مشاہدہ ہے کہ ائمہ کی تقلید چھوڑنے اور از خود قرآن، حدیث سمجھنے کی سعی اور خواہش عموماً بے دین و گمراہی اور نئے نئے اجتہادات اور فتنوں کا باعث بنی ہے (لہٰذا عوام کیلئے تقلید ضروری ہے)

سوال 18:-

کیا کسی ایک امام کی تقلید مستحب (بہتر) ہے یا واجب (ضروری) ہے؟

جواب:-

چاروں ائمہ ہدیٰ میں کسی ایک کی تقلید اس زمانے میں (عوام کے لئے) ضروری بلکہ واجب کے قریب ہے۔

سوال 19:-

آپ حضرات کس امام کی مقلد ہیں؟ جواب: ہم اور ہمارے تمام اساتذہ کرام اصول وفروع میں امام المسلمین امام ابو حنیفہؒ کے مقلد ہیں۔

نوٹ:-

جواب 17، 18، 19 کی مزید تفصیل کے لئے " الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد " مؤلفہ حکیم الامت اشرف علی صاحب تھانویؒ " سبل الرشاد " مؤلفہ رشید احمد گنگوہیؒ " توثیق الکلام " کا مطالعہ کیجئے۔

سوال 20:-

امام محمد بن عبد الوہاب نجدی اور اُن کے پیروی کرنے والوں کے بارے میں آپ حضرات کی رائے کیا ہے؟ اور کیا آپ حضرات بھی ان کی طرح اپنے آپ کو مومنین اور دوسروں کو مشرکین خیال کرتے ہیں؟

جواب:-

امام محمد بن عبد الوہاب یا ان کو کوئی شاگرد و تابع ہمارے بزرگوں کے کسی بھی سلسلے میں شامل نہیں۔ نہ ہمارے علمی سلسلے (تفسیر وحدیث وفقہ) میں نہ سلوک وتصوف میں۔ علاوہ ازیں ہم ان کے بعض خیالات سے اتفاق نہیں رکھتے، رہا سلف صالحین یا عام مسلمانوں کو کافر یا مشرک کہنا یہ ہمارا طریقہ نہیں بلکہ ایسا کہنا ہمارے نزدیک بے دینی کی بات ہے ہم تو اُن بدعتیوں کو جو اہل قبلہ ہیں جب تک اُصولِ دین کا انکار نہ کریں کافر نہیں سمجھتے یہی ہمارا طریقہ ہے۔

سوال 21:-

کیا شیخ رشید احمد گنگوہیؒ نے اپنی کسی کتاب یا فتویٰ میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹ بول سکتا ہے؟ یا یہ بات ان پر جھوٹ بہتان ہے؟ اگر بہتان ہے تو پھر اُس بریلوی (رضا احمد خان) کی بات کیا جواب ہے؟ کہ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ میرے پاس رشید احمد گنگوہیؒ کے فتویٰ کا فوٹو ہے جس میں یہ بات لکھی ہے۔

جواب:-

حضرت شیخ اجل مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی جانب اِن لوگوں نے یہ بات منسوب کر دی ہے اور اس کو شہرت دے دی حالانکہ یہ نہایت صریح کذب اور دجل وفریب ہے (اللہ انہیں ہلاک کرے) حضرت شیخ اجل پر ان جھوٹوں کا یہ سب سے بڑا الزام و تہمت ہے۔ حضرت مولانا اس زندیقیت والحاد و بے دینی سے بَری ہیں۔

فتاویٰ رشیدیہ ج 1 ص 119 پر اسی سوال کے جواب میں مولانا گنگوہیؒ لکھتے ہیں۔

" اللہ تعالیٰ کذب (جھوٹ) سے پاک و منزہ ہے اس کے کلام میں کذب تو کیا کذب کا شائبہ بھی نہیں۔ خود اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ومن اصدق من اللہ قیلا۔ الایۃ (اللہ سے بڑھکر سچا کون ہے؟) وہ قطعی کافر ملعون ہے اور کتاب اللہ وسنت رسول اللہ اور اجماعِ امت کا مخالف ہے۔ یہ ہی اُمت کے علماء کا عقیدہ ہے۔

اور یہ جو بریلوی عالم کہتا ہے کہ اُس کے پاس حضرت مولانا گنگوہیؒ کے فتویٰ کا فوٹو ہے سراسرا جعل سازی، دھوکہ بازی، مکر و مکاری کے سوا کچھ نہیں اس جھوٹے کا کام ہی یہی ہے کہ علماء امت کی عبارتوں کو توڑ مروڑ کر کفر کا فتویٰ تیار کرتا ہے۔ 1323ھ 1905 میں داالعلوم دوبند کے ایک استاذ مولانا مرتضیٰ صاحب چاندپوری نے مولانا گنگوہیؒ سے اس جعلی فوٹو کی حقیقت دریافت کی تھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ نے اُس کا جواب دیا "یہ سراسر افتراء، و تہمت و بہتان ہے۔ میں نے نہ کبھی ایسا فتویٰ دیا اور نہ ہی دے سکتا ہوں۔ (السحاب المدار" تزکیۃالخواطر" مؤلفہ رشید احمد گنگوہیؒ)

سوال 22:-

کیا آپ حضرات کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے کلام میں وقوع کذب کا امکان ہے؟

جواب: ہم اور ہمارے سارے مشائخ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تبارک تعالیٰ سے جو بھی کلام صادر ہوا ہے وہ یقینا سچا، حقیقت کے مطابق ہے اللہ کے کلام میں کذب (جھوٹ) کا شائبہ اور خلاف کا واہمہ تک نہیں، اور جو کوئی اس کے خلاف عقیدہ رکھے یا اس کے کلام میں کذب کا وہم کرے وہ کافر، بے دین ہے ایسے شخص میں ایمان کا شائبہ تک نہیں۔

سوال ۲۳: -

کیا آپ حضرات نے اپنی کسی کتاب میں اشاعرہ (عقائدِ اہل سنت والجماعت کے علماء) کی طرف امکانِ کذب منسوب کیا ہے؟ (کہ یہ علماء اس کے قائل تھے) اور اگر کیا ہو تو اُس سے کیا مراد ہے اور اس پر کیا دلیل ہے؟ حقیقتِ حال سے ہمیں مطلع کیا جائے

جواب:-

اُوپر کے جواب سے واضح ہو گیا کہ ہم اور ہمارے مشائخ واساتذہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے کلام میں کذب تو کجا اس کے شائبہ اور واہمہ کا بھی تصور نہیں کر سکتے تو پھر علماء اشاعرہ کی جانب یہ بات ہم کیسے منسوب کر سکتے ہیں، خصوصاً جب کہ ہم اصول وفروع میں اشاعرہ اور ماتریدیہ کے مقلد ہیں۔

امکان کذب کا مسئلہ نہ بریلویت سے تعلق رکھتا ہے نہ کسی فرقہ وجماعت سے، بغض وعناد میں بریلوی علماء نے دیوبند کی طرف منسوب کر دیا ہے یہ ایک خالص فلسفی وکلامی بحث ہے جس سے ہر اہل علم واقف ہے اس مسئلہ کی اصل کتابیں" شرح مواقف "شرح مقاصد "مُسامرہ" تحریر الاصول" وغیرہ موجود ہیں اس کا تعلق فلسفی، منطقی اہل علم سے ہے دین وشریعت سے اس کا تعلق

نہیں۔عوام الناس کو اس کی گرد بھی نہیں ملتی، احمد رضا خان نے جاہلوں کی تائید، نصرت لینے کے لئے اپنے الزامات میں اس کو بھی شریک کر دیا۔

سوال ۲۴:۔

آپ حضرات قرآن مجید کی ان جیسی آیات کا کیا مطلب لیتے ہیں؟
الرحمٰن علی العرش استویٰ الایۃ۔اللہ تعالی عرش پر متمکن ہے۔ید اللہ فوق ایدیھم الآیۃ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے (غالب ہے)

جواب: ۔

اس قسم کی آیات میں ہمارا مسلک وہی ہے جس سلف صالحین کا تھا اور وہ یہ کہ ہم ایسی باتوں پر ایمان لاتے ہیں اور اس پر بحث و مباحثہ نہیں کرتے ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ تمام مخلوقات کے اوصاف سے پاک منزہ ہے جیسا کہ مقدس علماء کی رائے ہے۔ امام مالک کی مجلس میں ایک شخص نے استوءِ علیٰ العرش کی بحث چھیڑ دی، امام صاحب نے جواب دیا استواء کی حقیقت ثابت ہے اِس کی کیفیت ونوعیت پوشیدہ ہے، اس میں بحث کرنا بدعت ہے، پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا اس بدعتی کو باہر کردو (یعنی یہ فتنہ پرور معلوم ہوتا ہے)۔

البتہ متاخرین علماء نے ان آیات کا ایک یہ مفہوم بھی بیان کیا ہے تاکہ عام مسلمان اس کو سمجھ لیں وہ یہ کہ استواء سے غلبہ اور قوت مراد ہے (یعنی اللہ تعالی عرش پر جو کہ اس کی مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے، غالب اور با قوت ہے۔
اسی طرح یُداللہ (اللہ کا ہاتھ) سے قدرت وطاقت مُراد ہے (یعنی اللہ کی قدرت وطاقت مخلوقات کی قدرت وطاقت سے بالاتر ہے۔

سوال ۲۵:۔

کیا آپ حضرات اللہ تبارک وتعالی کے لئے جہت، مکان (سمت) ثابت کرتے ہیں) یعنی اللہ تعالیٰ کی خاص جگہ یا خاص سمت میں منحصر ہو جاتا ہے؟

جواب:۔

" ہم اور ہمارے شیوخ واکابر اس قسم کا اعتقاد نہیں رکھتے کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہر جگہ ہے وہ کسی خاص سمت یا مکان میں منحصر نہیں (جیساکہ انسان محدود ہوتا ہے) وہ مخلوقات کی تمام صفات سے پاک، منزہ ہے جیساکہ اس بارے میں سلف صالحین کا عقیدہ ہے۔

سوال ۲۶:۔

آپ حضرات قادیانی (غلام احمد) کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں جس نے مسیح ونبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے، یہ سوال اس لئے کیا جارہا ہے کہ یہ بریلوی لوگ آپ حضرات کی جانب یہ بات منسوب کرتے ہیں کہ آپ حضرات اس محبت رکھتے ہیں اور اس کی تعریف کرتے ہیں؟

جواب:۔

ہم اور ہمارے مشائخ واکابر، قادیانی کے بارے میں یک زبان ہیں ان سب نے اس کے خارج از اسلام ہو جانے کا فتویٰ دیا ہے،اس مسئلہ میں ہمارے ہاں کوئی اختلاف نہیں، کیونکہ اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا ہے اور سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر زندہ اُٹھائے جانے کا انکار کیا ہے۔

ہمارے سرپرست مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے جو ہر ایک کے پاس یہاں موجود ہے۔
اب رہا ان بریلی علماء کا اعتراض کہ ہم نے قادیانی کی تعریف کی ہے اور اس سے محبت کا اظہار کیا ہے" (یہ بھی جھوٹ ہے) اس حقیقت صرف یہ ہے کہ ابتداءً جب قادیانی نے اسلام ی تبلیغ شروع کی اور یہود و نصاریٰ کے خلاف مہم جاری رکھی اور اسلامی دلائل کے ذریعہ ان مذاہب کی تردید کر رہا تھا تو ہم نے حسنِ ظن کی پیش نظر اس کی تائید کی اور اپنی تحریرات میں اس خدمت پر اظہار مسرت کیا تھا، لیکن رفتہ رفتہ قادیانی نے اپنے بارے میں مختلف دعوے شروع کر دیئے تو ہم محتاط ہو گئے۔

یہ بات پیش نظر رہے کہ قادیانی نے روز اول ہی اپنی مسیحیت یا نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ قدم بہ قدم آگے بڑھتا رہا۔شروع میں ایک خادم دین، مبلغ اسلام کی شکل میں اپنی زندگی کا آغاز کیا پھر کچھ عرصہ بعد خود کو "مصلح اُمت": ظاہر کیا اس کے بعد "مجددِ ملت" ہونے کا اعلان کیا اس کے بعد "مہدی آخر الزماں" ہونے کا اعلان کیا، پھر کچھ عرصہ بعد "مسیحیت" کا دعوٰی کیا آخر کار "نبی" بن بیٹھا، چناچہ اسکی تصنیفات سے یہ منازل ظاہر ہیں۔

یہ بریلوی لوگ دراصل ہم کو بدنام رنے اور آپ کی تائید، نصرت لینے کے لئے ہماری کتابوں کی اُن تحریرات کو ڈھونڈ نکالا جو ہم نے قادیانی کے ابتدائی دور میں لکھی تھیں (جبکہ یہود و نصاریٰ کے خلاف تحریری جنگ کر رہا تھا) بیشک ہم نے اس وقت اُسکی جد وجہد کی تعریف کی تھی (وہ اُس وقت صرف ایک "خادم اسلام" کی شکل میں نمودار ہوا تھا) اس طرح یہ بریلوی حضرات نے آپ حضرات کو ہماری پہلی عبارتوں سے دھوکہ دیا اور اپنے مقصد کی کاطر آپ حضرات کو تاریکی میں رکھا کہ آپ کی دستخطیں حاصل کر لیں،اس طرح وہ اپنے ناپاک مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ لعنۃ اللہِ علیٰ الکاذبین۔ یہ حقیقت اس اعتراض کہ جو انہوں نے آخرت کے خوف سے بے نیاز ہو کر ہم پر لگایا ہے۔جاء الحق وزھق الباطل۔
نوٹ:۔
اگر ہم قادیانی کو حق پر سمجھتے تو پھر اس کو اور اسکی تحریک کو کفر، زندیقیت، بے دینی والحاد کیوں قرار دیتے؟اور آج بھی قادیانی کے بارے میں ہمارا اور سارے اکابر و مشائخ کا وہی فتوی ہے جو ہم نے ۲۶ میں لکھا ہے،الغرض یہ سارے جوابات جو ہمارا عقیدہ ہیں اور یہی ہمارا دین وایمان ہیں۔
اگر یہ جوابات حق و درست ہوں تو براہِ کرم تائید فرما کر اپنے دستخط سے مزین فرمائیں اور اگر غلط و باطل ہوں تو جو بھی حق بات ہو ہمیں تحریر فرمائیں انشاء اللہ ہم کو حق قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہ ہوگا۔ والسلام

کتبہ خادم الطلبہ (محدث) خلیل احمد (مظاہر علوم سہارن پور۔یوپی۔ ۱۸ شوال بروز دوشنبہ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۷ء

علمائے ہند کے تائیدی دستخط ان چھبیس سوالات کے جوابات پر ہندوستان (دیوبند، سہارن پور، دہلی، ندوہ، لکھنؤ وغیرہ) کے علماء کرام کے دستخط موجود ہیں جن کے اسماء گرامی یہ ہیں۔

شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحب محدث۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند، مولانا میر احمد حسن صاحب امروہی، مولانا شاہ عبدالرحیم ساحب رائپوری، مولانا محمد احمد صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبندِ مولانا غلام رسول صاحب مدرس دارالعلوم دیوبندِ مولانا محمد سہول صاحب مدرس دارالعلوم دیوبند، مولانا عبدالصمد صاحب بجنوری مدرس دارالعلوم دیوبند، مولانا محمد عبدالحق صاحب دہلوی، مولانا ریاض الدین صاحب میر ٹھیِ مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلیِ مولانا ضیاء الحق صاحب دہلی، مولانا محمد قاسم صاحب دہلی، مولانا عاشق الہٰی صاحب میر ٹھی، مولانا حکیم محمد مصطفٰے صاحب بجنوری، مولانا حکیم محمد مسعود صاحب گنگوہی، مولانا محمد یحییٰ صاحب سہارن پوری، مولانا محمد کفایت اللہ صاحب سہارن پور۔

علمائے حرمین شریفین، مصرِ شام دمشق حلب کی تصدیقات

محدث کبیر مولانا خلیل احمد صاحب ناظم مظاہر علوم سہارن پور کے جوابات پر مکۃ المکرمہ، مدینہ منورہ، مصر، شام، دمشق، حلب کے علمائے کرام نے نہایت عزت واحترام سے اپنی تائید وتوثیق کا اظہار فرمایا اور جوابات لکھنے والے محدث کبیر کی جلالت علمی واعتقادی پر اپنا اعتقاد ظاہر کیا اور دعائیں دیں اور اپنے دستخط سے جوابات کو حق وصواب قرار دیا۔

ذیل میں ان سب حضرات کے اسمائے گرامی درج ہیں۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد سعید بابصیل الشافعی۔ مفتی وامام وخطیب مسجد الحرام مکۃ المکرمہ:۔

جی جوابات جو سوالات مذکورہ کے متعلق لکھے گئے ہیں، میں نے غور سے دیکھے نہایت درست و صحیح ہیں۔

حق تعالیٰ لکھنے والے عزیز یکتا شیخ خلیل احمد ادام اللہ سعدہ کی تحریر مشکور فرمائے اوان کی جلالت شان کو دارین میں باقی رکھے، اوران کے ذریعہ گمراہوں وحاسدوں کو رسوا کرے۔ آمین

تصدیق فضیلۃ الشیخ احمد رشید الحنفی مکۃ المکرمہ:۔

کتاب وسنت کے مطابق جواب لکھا گیا ہے، حق و باطل کو واضح کیا گیا، جوابات میں اہل عقل کے لئے نصیحت ہے۔اللہ تعالیٰ ان کے جوابات قبول فرمائے۔ جو لکھا ہے وہ حق ودرست ہے۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد صدیق الافغانی المکی مکۃ المکرمہ:۔

جو جوابات شیخ خلیل احمد نے لکھے ہیں وہ حق وہ صحیح ہیں، اس میں کچھ شک نہیں، یہی عقیدہ ہمارے تمام مشائخ کرام کا رہا ہے۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد علی بن حسین المالکی:۔

محقق یگانہ علامہ خلیل احمد نے ان چھبیس سوالات پر جو کچھ لکھا ہے تمام علماء حق کے ہاں درست وحق ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد عابد مفتی المالکیہ مکۃ امکرمہ:۔

ان چھبیس سوالات اور ان کے جوابات کو غور سے دیکھا "ھو الحق المبین "یہی حق ودرست ہے۔ جواب لکھنے والے فضیلۃ الشیخ حاجی خلیل احمد ہمیشہ سعادت نصیب رہیں۔ آمین

تصدیق فضیلۃ الشیخ سید احمد برزنجی شافعی:۔

مفتی آستانہ نبوی مدینہ منورہ علمائے ہند کے مشہور علمائے کرام میں ایک فاضل محقق علامہ شیخ خلیل احمد کی زیارت سے ہم مشرف ہوئے جبکہ وہ زیارتِ نبوی ﷺ کے لئے تشریف لائے تھے۔

انہوں نے ایک رسالہ پیش کیا جنمیں اُن چھبیس سوالات کے جوابات تھے جو ان کے مسلک و عقیدے کے بارے میں لکھے گئے تھے اسمیں ایک بات بھی ایسی نہیں جو غلط یا گمراہی ہو۔

تصدیق فضیلۃالشیخ احمد بن محمد خیر الشنقیطی المالکی ا؛لمدنی مدینہ منورہ:-
صاحب تحقیق وتدقیق علامہ شیخ خلیل احمد کے جوابات کا مطالعہ کیا، جوابات مذہب اہل سنت کے موافق ہیں۔اللہ تعالیٰ لکھنے والے کے شاملِ حال رہے۔ آمین

تصدیق فضیلۃالشیخ سلیم البشری، شیخ الجامعۃالازہر (مصر) :-
اس باعظمت رسالہ کو پڑھا جس میں عقائد صحیحہ جمع کئے گئے ہیں۔یہی عقائد اہل سنت والجماعت کے ہیں۔

تصدیق فضیلۃالشیخ محمد ابوالخیر المعروف ابن عابدین نواسہ علامہ شامی (دمشق) :-
فاضل مکرم کا جواب لائق تقلید ہے، عمدہ جوابات ہیں جو بلاشبہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔اللہ تعالیٰ لکھنے والے کو جزائے دارین عطافرمائے۔ آمین

تصدیق فضیلۃالشیخ مصطفیٰ بن احمد الشطی الحنبلی۔دمشق (شام) :-
علامہ فاضل نے جو جوابات تردید وہابیت میں لکھے ہیں وہ علمائے حنبلی کے موافق ہیں اور درست ہیں۔اللہ تعالیٰ خیر عطافرمائے۔آمین

تصدیق فضیلۃالشیخ محمود رشید العطار تلمیذ شیخ بدرالدین محدث شامی :-
جوابات پر مطلع ہوا جو نہایت جامع و باعظمت ہیں اللہ تعالیٰ لکھنے والے کو جزائے خیر دے۔آمین

تصدیق فضیلۃالشیخ محمد سعید الحموی :-
ان جوابات کو میں نے اور اپنے مشائخ کے عقیدوں کے مطابق پایااللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر دے، آمین

تصدیق فضیلۃالشیخ علی بن محمد الدلال الحموی :-
جوابات پر مطلع ہوا جو اہل سنت کے موافق ہیں۔اس میں کوئی ایسی بات نہیں جو مشائخ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوں۔

تصدیق فضیلۃالشیخ محمد ادیب الحورانی :-
ان عمدہ اور قابل فخر جوابات پر مطلع ہوا جو اہل سنت کے موافق ہیں۔اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر دے اور ان کی تائید فرمائے
تصدیق فضیلۃالشیخ عبدالقادر :-

فضیلۃ الشیخ خلیل احمد کے جوابات ہم نے پڑھے جو عقائد اہل سنت والجماعۃ کے مطابق ہیں اور جو غلطی سے پاک ہیں جس پر کسی کی تردید نہیں کی جاسکتی۔ ہم شیخ مذکور کے شکر گزار ہیں۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد سعید:-

فاضل شیخ خلیل احمد کے جوابات پڑھے، میں نے ان کو اُس اعتقاد کے مطابق پایا جس پر تمام علماء اسلام اور ائمہ دین قائم ہیں۔ یہ جوابات اس لائق ہیں کہ ان کو تمام مسلمانوں تک پہنچایا جائے۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ محمد سعید تطفی:-

ان عمدہ جوابات کو پڑھا، جملہ جوابات حق و درست ہیں ہر شبہ سے پاک ہیں۔

تصدیق فضیلۃ الشیخ فارس بن الشفقہ الشافعی الرفاعی:-

میں نے اس مبارک رسالہ کو پڑھا جو چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جو پیشوائے زمانہ فاضل محقق شیخ خلیل احمد نے لکھے ہیں یہ تمام جوابات شریعت مطہرہ کے مطابق ہیں اور اگلے پچھلے تمام مشائخ کے عقائد کے مطابق، اللہ تعالیٰ لکھنے والے کو جزائے خیر دے۔ آمین

تصدیق فضیلۃ الشیخ مصطفےٰ الحداد الحموی:-

رسالہ مذکور کو پڑھا، جو چھبیس جوابات پر مشتمل ہے جنکو عالم فاضل شیخ خلیل احمد نے لکھا ہے، جملہ جوابات صحیح و درست ہیں اور یہی حق ہے اور اس کے خلاف باطل ہے۔

ہندوستان میں سعودی عرب کے مطابق رمضان وعید ایک علمی فقہی تبصرہ (ادارہ)

عام طور سے رمضان وعید کے چاند میں ہمارے ہندوستان میں نیز بعض اور ممالک میں اور سعودی عرب میں ایک یا دو دن کا اختلاف ہوتا ہے، اس موقعہ پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب سعودی میں چاند نظر آگیا تو سب کو اسی کا اتباع کرنا چاہئے۔ اور بعض لوگ ایسا کرتے ہیں کہ سعودی کے چاند کے حساب سے ہی سے یہاں روزے رکھتے اور عید مناتے ہیں۔ ہندوستان کے علاوہ دیگر ممالک لندن، امریکہ وغیرہ بعض اور ممالک میں بھی یہی اختلاف لوگوں میں دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے۔ اس سلسلہ میں کیا صحیح ہے؟ اور جو لوگ سعودی عرب کی اتباع کرتے ہیں ان کی یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ احقر کے پاس ایک صاحب کا اس سلسلہ میں سوال آیا تو اس کا ضواب احقر نے لکھا اور وہ مسئلہ کی صورت حال کی وجہ سے ذرا تفصیلی لکھا گیا۔ یہاں اسی جواب کو پیش کیا جارہا ہے۔

سب سے پہلے ایک بات سمجھ لیں کہ اہل علم کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ ایک جگہ چند نظر آجائے تو دوسرے تمام مسلمانوں پر اس کا اتباع لازم ہے یا نہیں اس میں متعدد اقوال ہیں، اور اس میں اکثر علماء کا مختار و معتمد قول یہ ہے کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے ایک جگہ کا چاند لازمی طور پر دوسری جگہ کے لئے قابل قبول نہیں ہوتا، کیونکہ یہ بات مسلم ہے کہ چاند کے مطالع میں علاقے کے لحاظ سے اختلاف ہوتا ہے، لہٰذا یہاں کے لوگ یہاں کے مطلع کا اور وہاں کے لوگ وہاں کے مطلع کا اعتبار کریں۔ شیخ الاسلام امام ابن تیمیہ نے بھی اسی ائے و نظریے کو اختیار کیا ہے۔ نیز المجمع الفقہی الاسلامی (جدہ) نے بھی اپنی قرار داد میں اسی کی تائید کی ہے، جیسا کہ ہم نقل کریں گے، اس پر تفصیلی کلام ہماری کتاب " نفائس الفقہ " میں دیکھئے۔ تاہم ایک نقطہ نظر کے مطابق یہ گنجائش ہے کہ سعودی عرب کا اتباع کرلے، مگر یہاں جس اہم پہلو پر توجہ دینے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ ایک شخص ایک ایسی بستی میں جہاں اہل علم کی کمیٹی ہو اور وہ رؤیت ہلال کے بارے میں جانکاری لیتی ہو اور سب لے لئے ایک لائحہ سناتی ہو، اور وہاں کے مسلمان اس کمیٹی کے فیصلوں کا اعتبر کرتے ہوئے روزہ وعید کرتے ہوں، ایسی جگہ میں کسی کا یہ نعرہ لگانا کہ سعودی میں جو فیصلہ ہوا ہم اس کی اتباع کرتے ہیں، اور وہی قابل اتباع ہے، یہ بات صحیح نہیں ہے، ایک تو اس لئے کہ یہ کہنے والے سعودی کے علاوہ میں اگر چاند پہلے و تو اس کو ماننے تیار نہیں ہوتے، حالانکہ اسلام میں سعودی کی تخصیص کی کوئی دلیل نہیں، اور نہ کسی امام کا مسلک ہے کہ صرف سعودی کے چاند کا اعتبار ہے، دوسرے اس لئے کہ اس سے امت میں انتشار واختلاف پیدا ہوتا ہے، جو کہ صحیح نہیں۔

ہم یہاں اس سلسلے کے چند اہم فیصلے وفتاویٰ نقل کرنا مناسب سمجھتے ہیں، تاکہ بات واضح ہو جائے۔ سب سے پہلے ہم سعودی عرب کے بڑے بڑے علماء کی مجلس کا متفقہ فیصلہ نقل کرتے ہیں جس کو " مجلس ھیئۃ کبار العلماء " کہا جاتا ہے، اس مجلس نے جو فیصلہ کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ " چاند کے مطلع میں اختلاف کا ہونا اس امور میں سے ہے جس حساً وعقلاً معلوم ہیں اور اس میں کسی بھی عالم کا اختلاف نہیں ہاں اس میں اختلاف واقع ہوا ہے کہ اختلاف مطالع کا اعتبار ہے یا نہیں؟

اور اختلاف مطالع کے معتبر ہونے یا نہ ہونے کا مسئلہ ان نظری مسائل میں سے ہے جن میں اجتہاد کی گنجائش ہے اور اس میں ان حضرات کی جانب سے اختلاف ہوا ہے جن کے علم و دین میں ایک شان حاصل ہے اور یہ وہ جائش اختلاف ہے جس پر حق کو پا جانے والے کو دو اجر ایک اجتہاد کا اور ایک حق کو پانے کا ملے گا اور خطا کرنے والے کو ایک اجر ملے گا۔

پس اس دین پر چودہ صدیاں گزر گئیں جس میں سے کبھی ایک ہی رویت پر پوری امت اسلامیہ اتحاد ہوا ہو یہ ہم نہیں جانتے۔ لہٰذا کبار علماء کی اس مجلس کا نظریہ یہی ہے کہ اس مسئلہ کو اپنی سابقہ حالت پر رہنے دیا جائے۔ اور اس موضوع کو نہ چھیڑا جائے اور یہ کہ ہر ملک کے لوگوں کو یہ حق دیا جائے کہ وہ اپنے علماء کے واسطے سے ان میں سے جس رائے کو چاہیں اختیا کریں۔ بحوالہ فتاویٰ اللجنۃ الدائمہ

اس اصولی بحث کے بعد خاص زیر بحث صورت کے بارے میں بھی علماء عرب کے فتاویٰ ملاحظہ کیجئے کہ وہ کیا فرماتے ہیں؟ سعودی عرب کے معتبر عالم دین اور وہاں کے مفتی اعظم علامہ شیخ عبدالعزیز بن باز علیہ الرحمۃ کا فتویٰ نقل کرتا ہوں جو اس سلسلہ میں نہایت واضح و بصیرت افروز ہے، اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں وہ کہتے ہیں کہ:-

" الذی یظہر لنا من حکم الشرع المطہر إن الواجب علیکم الصوم مع المسلمین لدیکم الامرین : احدھما : قول النبی ﷺ (الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحیٰ یوم تضحون) خرجہ ابو داؤد وغیرہ باسناد حسن، فإنت واخوانک مدۃ وجودکم فی الباکستان ینبغی إن یکون صومکم حین یصومون، وافطارکم معھم حین یفطرون، بإنکم داخلون فی ھذا الخطاب، وبإن الروایہ تختلف بحسب اختلاف المطالع، وقد ذھب جمع من اھل العلم منھم ابن عباس الیٰ ان باھل کل بلدۃ رؤیتھم۔ الامر الثانی: إن فی مخالفتکم المسلمین لدیکم فی الصوم والافطار تشویشاً ودعوۃ للتساؤل والاستنکار واثارۃً للنزاع والخصام والشریعۃ الاسلامیہ الکاملۃ جاءت بالحث علی الاتفاق والوئام والتعاون علیٰ البر والتقویٰ، وترک النزاع والخلاف الخ "۔ مجموعہ فتاویٰ ابن باز۔

(اس سلسلہ میں پاکیزہ شریعت کا جو حکم ہمارے سامنے واضح ہوا وہ یہ ہے کہ آپ پر اپنے یہاں کے مسلمانوں کے ساتھ روزہ رکھنا واجب ہے، اس کی دو وجوہ ہیں: ایک یہ کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ " روزہ اس دن ہے جس دن تم (مسلمان) روزہ رکھو یعنی عید اس دن ہے جس دن تم مسلمان افطار کرو اور قربانی اس دن ہے جس دن تم قربانی کرو، اس حدیث کو ابو داؤد وغیرہ نے سند حسن سے وایت کیا ہے۔ لہٰذا آپ اور آپ کے بھائی جب تک پاکستان میں ہیں آپ پر ضروری ہے کہ وہاں کے مسلمان جب روزہ رکھیں اس وقت ان کے ساتھ روزہ رکھیں اور وہ جب افطار (یعنی) عید کریں اس وقت ان کے ساتھ افطا کریں، کیونکہ آپ بھی اس خطاب میں داخل ہیں، اور اس لئے بھی کہ اختلاف مطالع کی وجہ سے رؤیت میں بھی اختلاف ہوتا ہے اور علماء کی ایک جماعت جن میں ابن عباس بھی ہیں اس طرف گئی ہے کہ ہر بستی والوں کے لئے ان کی اپنی رؤیت کا اعتبار ہے۔ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ تمہارا وہاں کے مسلمانوں کے ساتھ وزہ افطار میں اختلاف کرنا تشویش وانتشار اور سوال وجواب کے سلسلہ کی دعوت اور نزاع واختلاف کو بھڑکانے کا باعث ہے جبکہ اسلامی شریعت کاملہ اتفاق واتحاد اور ایک دوسرے سے تقویٰ و نیکی میں تعاون پر ابھارتی ہے اور ترک اختلاف کی تعلیم دیتی ہے)

شیخ بن باز نے اسی سلسلہ کے ایک سوال کے جواب میں ایک اور فتوے میں لکھا ہے کہ:-

" علی المسلم إن یصوم مع الدولۃ التی ھو فیھا ویفطر معھا لقول النبی ﷺ (الصوم یوم تصومون والفطر یوم تفطرون والاضحی یوم تضحون") واللہ اعلم۔

فتاویٰ شیخ ابن باز
"مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس ملک کے لوگوں کے ساتھ روزہ رکھے اور افطار کرے جس میں وہ رہتا ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ وزہ اس دن ہوگا جس میں تم روزہ رکھو اور افطار اس دن جس میں تم افار کرو اور قربانی اس دن میں جس میں قربانی کرو، واللہ اعلم

اور معروف عربی عالم و مفتی علامہ شیخ محمد بن صالح العثیمین نے اپنے بض فتاویٰ میں اگرچہ اس کی اجازت دی ہے کہ علامیٔ کے ایک نظیہ کے مطابق کوئی چاہئے تو مملکت سعودیہ کی اتباع کر سکتا ہے، تاہم ہم نے جہاں اختلاف وانتشار کا خطرہ محسوس کیا تو اس سے منع کیا ہے اور یہی کہا ہے کہ ہر علاقے کے لوگوں کو اپنے یہاں کے لوگوں کے ساتھ ہی روزہ وعید کرنا چاہئے۔ اس سلسہ میں ان کے ایک دو فتاویٰ ملاحظہ کیجئے۔ ان سے کسی نے سوال کیا کہ : " کہ ہم فلاں۔۔۔ ملک میں خادم الحرمین کی جانب سے سفیر ہیں، یہاں ہمیں رمضان المبارک کے روزوں اور عرفہ کے وزے کے بارے میں پریشانی ہے۔ اس بارے میں ہمارے ساتھی تین قسم کے ہیں: ایک وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم مملت سعودیہ کے ساتھ روزہ رکھیں گے اور افطا یعنی عید بھی کریں گے، دوسرے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم جس ملک میں ہیں وہاں کے مطابق روزہ وعید ریں گے ،اور تیسرے وہ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم روزہ تو اس ملک کے مطابق رکھیں گے اور یوم عرفہ سعودی کے مطابق مانیں گے۔ آپ اس میں شافی جواب سے رہنمائی کریں۔

اس سوال کے جواب میں علامہ العثیمین نے لکھا کہ :-
"ایک ملک میں چاند نظر آئے اور دوسرے میں نہ دکھائی دے تو اس بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ کیا تمام مسلمانوں پر اس پر عمل لازم ہے یا صرف ان پر جنھوں نے دیکھا اور جو ان کے مطلع میں ان کے موافق ہیں یا صرف ان پر جو ایک ولایت کے تحت رہتے ہیں، اس میں متعدد اقول ہیں، اور اس میں راجح قول یہ ہے کہ اگر دو ملکوں کا طلع ایک ہو تو وہ ایک مانا جائے گا لہٰذا ان میں سے ایک جگہ چاند دکھائی دے تو دوسرے ملک میں بھی اس کا حکم چابت ہوگا، لیکن اگ مطلع میں اختلاف ہو تو ہر ملک کا الگ حکم ہوگا۔۔۔۔ (پھر اس کے دلائل ذکر کرکے فرماتے ہیں)۔۔۔ اس بنا پر تم لوگ روزہ رکھو اور افطار کرو جس طرح کہ اس ملک کے لوگ کرتے ہیں جس میں تم لوگ ہیں خواہ وہ تمہارے اصل وطن (سعودی عرب) کے موافق ہو یا اس کے خلاف ہو۔ فتاویٰ شیخ العثیمین

اسی طرح شیخ العثیمین نے اسی قسم کے ایک سوال کے جواب میں لکھا ہے کہ :-
" مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان کے کلمہ ایک ہو اور وہ اللکے دین میں تفرقہ نہ ڈالیں، اور یہکہ ان کا روزہ اور ان کی عید بھی متحد ہو اور وہ اپنے یہاں کے دینی مرکز کی اتباع کریں، اور وہ اختلاف نہ کریں حتیٰ کہ اگر ان کے یہاں روزہ سعودی مملکت یا کسی اور اسلامی ملک کے لحاظ سے بعد ہی میں کیوں نہ ہو، بہر حال وہ اپنے مرکز کا اتباع کریں۔ فتاویٰ شیخ العثیمین
سعودی عرب کے مشہور دار الافتاء " الجنتہ الدائمہ للبحوث العلمیہ والافتاء ' کے فتاویٰ میں بھی یہی بات لکھی گئی ہے، ایک سوال اس کے مفتیان سے کیا گیا کہ " ہم ریڈیو سے سعودیہ میں چاند ہو جانے کی خبر سنتے ہیں، جبکہ ہمارے یہاں چاند نظر نہیں آتا، تو بعض

لوگ اس پر روزہ رکھ لیتے ہیں اور اکثر لوگ انتظار کرتے ہیں، اس سے بہت سخت اختلاف پیدا ہو گیا ہے، لہٰذا اس سلسلہ میں فتویٰ دیں؟ اس کے جواب میں فتوے میں اولا اختلاف مطالع کا ذکر اور اس میں ائمہ کے مسالک کا ذکر کیا گیا ہے، پھر آخر میں لکھتے ہیں کہ جب ریڈیو یا کسی اور ذریعہ سے اپنے علاقے کے مطلع کے علاوہ کسی اور جگہ چاند ہونے کا ثبوت ہو تو آپ لوگوں پر لازم ہے کہ روزہ رکھنے یا نہ رکھنے کا معاملہ وہاں کے حاکم کے حوالے کریں۔ فتاویٰ للجنۃ الائمہ

اسی طرح ایک فتوے میں لکھتے ہیں کہ اگر اختلاف ہو تو وہاں اگر مسلمان حاکم ہو تو اس فیصلہ لے اور اگر مسلمان نہ ہو تو وہاں کے مرکز اسلامی کی مجلس کا فیصلہ مانیں تاکہ اس ملک کے مسلمانوں کا روزہ وعید وغیرہ میں اتحاد رہے۔ اور سعودی عرب کے ایک اور معروف عالم علامہ شیخ صالح بن فوزان سے سوال کیا گیا۔

" اگر کسی اسلامی مملکت مثلاً سعودی میں رمضان کے آنے کا ثبوت ہو جائے اور دوسرے ممالک میں اس کے آنے کا اعلان نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ کیا ہم سعودیہ کے مطابق روزہ رکھیں؟ اور دونوں ممالک میں اختلاف ہو تو حکم کیا ہے"

شیخ صالح فوازان نے اس کا جواب یہ دیا کہ: " ہر مسلمان اپنے ملک میں موجود مسلمان کے ساتھ روزہ وافطار کرے، اور مسلمانوں پر اپنے علاقے کی رؤیت کا اہتمام کرنا لازم ہے اور وہ لوگ دوسرے ایسے علاقے کی رؤیت پر روزہ نہ رکھیں جو دوری پر واقع ہو، کیونکہ مطالع مختلف ہیں، اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ کچھ مسلمان کسی غیر اسلامی ملک میں ہیں اور وہاں مسلمان نہیں ہیں جو رویت کا اہتمام کریں تو وہ لوگ سعودیہ کے ساتھ روزہ رکھیں تو کوئی حرج نہیں"

یہ علماء عرب میں سے مصروف اصحاب افتاء کے چند فتاوے ہیں جن سے ان لوگوں کی غلطی واضح ہو گئی یو یہاں کہیں اور رہتے ہوئے شعودی عرب کے چاند پر رمضان وعید کرتے ہیں، لہٰذا ان کو اس طرح کی غلطی سے باز آنا چاہئے اور مسلمانوں میں اختلاف وانتشار پھیلانے سے احتراز کرنا چاہئے۔ (رمضان اور جدید مسائل۔ مؤلفہ مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب)

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع و فنائیت (سیفی خان)

* ... ایک صاحب نے عیدگاہ کے مجمع میں حضرت کے کسی فعل پر اعتراض کیا، وہ اعتراض اگرچہ بالکل بے جا اور غلط تھا، مگر حضرت رحمۃاللہ علیہ اس کے قدموں میں گر پڑے اور فرمانے لگے کہ بے شک میں بڑا خطاوار، گناہ گار ہوں۔ حضرت رحمۃاللہ علیہ پر اس وقت ایسی حالت کا غلبہ تھا جس میں انسان اپنے آپ کو ہر چیز سے بدتر و کمتر سمجھتا ہے۔

(مجالس حکیم الامت ص:214)

ارشاد فرماتے کہ میں اپنے نفس میں جس رذیلہ (یعنی بری بات) کو محسوس کرتا ہوں کبھی کبھی اس کا علاج اس طرح بھی کرتا ہوں کہ اس کے متعلق عام مجلس میں ایک وعظ کہہ دیا۔ اس سے اس رذیلہ کا داعیہ قلب میں مضمحل (کمزور) ہو جاتا ہے اور اس سے بچنا آسان ہو جاتا ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص: 163)

* ... علم و عمل میں بڑے بڑوں سے ممتاز ہونے کے باوجود) فرمایا کہ ہمارے سب بزرگوں کی امتیازی شان تواضع اور فروتنی تھی اپنے آپ کو سب سے کم تر سمجھتے تھے) اور فرمایا کہ الحمد للہ میں کسی کو بھی اپنے دل سے چھوٹا نہیں سمجھتا، کیوں کہ میں ہر فاسق میں حالاً (یعنی اس وقت) اور ہر کافر میں مآلاً (یعنی بعد میں) یہ احتمال سمجھتا ہوں کہ شاید وہ عند اللہ اس زمانہ کے مشائخ و اولیا سے افضل و بہتر ہو۔ (مجالس حکیم الامت ص:183

* ... امرتسر کے ایک صاحب نے عربی زبان میں ایک قصیدہ مدحیہ حضرت کے متعلق لکھ کر بھیجا، حضرت نے اس کے جواب میں ایک فارسی شعر لکھ کر واپس کر دیا

گفتم اے یوسف زبانم دوختی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وز پشیمان تو جانم سوختی

ترجمہ) " میں نے کہا کہ یوسف! تم نے میری زبان سی دی ہے اور پشیمانی سے تم نے میری جان جلادی ہے۔" اور پھر ایک عربی شعر پڑھا)

ھنیئاً أرباب الکمال کمالھم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔وللعاشق المسکین ما یتجرع

"مبارک ہو کمال والوں کو ان کے کمالات اور عاشق مسکین کو وہ غم جس کو وہ گھونٹ گھونٹ پی رہا ہے۔"

اور فرمایا کہ جب تک یہ کھٹکا لگا ہوا ہے کہ کس حالت پر موت آئے گی جی کسی کمال سے خوش نہیں ہوتا، کسی چیز کے لیے دل نہیں ابھرتا۔ (مجالس حکیم الامت ص:188

* ... فرمایا کہ نرمی چھوڑنے کو سختی کے ساتھ روکتا ہوں تو یہ سختی ظاہر میں تو سختی ہے مگر درحقیقت نرمی پر مجبور کرنا اور اس کا خوگر بنانا ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص:160)

* ... ارشاد فرمایا کہ میرے مزاج میں ایک شدت ہے اور گو اس کی کچھ تاویل میں بھی اور میرے احباب بھی کر لیتے ہیں، لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک کمی ہے۔ (مجالس حکیم الامت ص:235

مختصر سوانح مبارک (حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بانی مدرسہ ریاض العلوم (عامر محمد)

تب خاک کے پردے سے انسان اُبھرے ہیں

نحمدہٗ ونصلی علی رسولہ الکریم اِمابعد

یہ خطہ (ریاض العلوم) کبھی بنجر تھا، اس کی فضاؤں میں بانجھ پن تھا، پھر اچانک اس کے سینے سے علم وحکمت کے سوتے پھوٹنے لگے، اخلاص وللّٰہیت کی ہوائیں چلنے لگیں، اور ذرے اُٹھ اُٹھ کر آنے والے کا استقبال کرنے لگے، خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمہ کی تفسیر بن کر ایک بندۂ خدا اُٹھا اور اس نے اس خطہ میں علم کا ایک پودا لگایا، اور اسے اخلاص وللّٰہیت کے پانی سے سیراب کرکے پروان چڑھایا، اور وہ پودا اب ایک تناور درخت کی شکل میں کھڑا ہے، جس کی شاخوں پر رنگ برنگ کے پھول کھلتے اور ان سے علم وعرفان کی خوشبو پھوٹتی ہے، درس وتدریس کی مسند سجی ہوئی ہے، علم وعرفان کے جام لنڈھائے جاتے ہیں، قال اللّٰہ و قال الرسول کے نغمے گونجتے ہیں، شیشوں کی آہن سازی کی جاتی اور کبوتر کے تن نازک میں شاہین کا جگر پیدا کیا جاتا ہے۔

مالی اس چمن کو چھوڑ کر دارِبقاء کی طرف کوچ کرگیا، مگر یہ چمن آج بھی ویسے ہی لہلہاتا اور علم کی خوشبوئیں بکھیرتا ہے، اُس کی لحد سے آج بھی "إذا مررتم بریاض الجنتہ فارتعوہا" کی ہلکی ہلکی صدائیں اُٹھتیں اور طالبانِ علوم نبوت کو مہمیز لگاتی ہیں، اُس کے انفاس کی خوشبو سے اب بھی یہاں کی فضا معطر رہتی ہے، ہواؤں کے جھونکے اس کی مرقد کو چوم کر جب اس طرف کو گزرتے ہیں تو یہاں کے ذرے ذرے اس کے دستِ شفقت کی ٹھنڈک محسوس کرتے ہیں۔

حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالرحیم صاحب) لیلائے علم وفن کے گیسوؤں میں اب بھی وہی تابداری ہے، اس کے خلف الرشید مدظلہ العالی) کے ہاتھ اب اس کی زلفوں کو سلجھائے اور سنوارے ہوئے ہیں (خدا نظر بد سے بچائے) اور ترقی کے دروازے وا ہوتے جارہے ہیں۔ اِللّٰہم زد فزد

مدرسہ ہذا میں شعبہ فقہ وفتاویٰ کا قیام، اس کی خدمت پر ذی استعداد، صاحب بصیرت، مفتیانِ عظام کے تقرر، اس کے دارالافتاء کی شہرت اور اس سے اہل علم وعوام کی مراجعت میں جہاں اس کے مفتیانِ عظام کی جدوجہد کارفرما ہے، وہیں بانی مدرسہ (حضرت اقدس مولانا الشاہ عبدالحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ) کے خلوص وللّٰہیت، دینی پختگی، علمی وعملی شہرت کا بھی بہت بڑا دخل ہے، اس کی بنیادوں میں حضرت والا ہی کا لہو گردش کررہا ہے، اور یہ حضرت ہی کے جلائے ہوئے چراغ ہیں جن سے ایک علمی دنیا استفادہ کررہی ہے۔

ہے رگِ ساز میں نہاں صاحبِ ساز کا لہو

حضرت والا کی سوانح مختصر ہی سہی اس کے لکھنے کے لیے اخلاص کے قلم میں عقیدت ومحبت کی سیاہی بھرنے کی ضرورت ہے، جو ایک

کٹھن مرحلہ ہے۔

قلل الجبال ودونہن حتوف * کیف الوصول إلی سعاد ودونہا

یہ مشکل مرحلہ یوں آسان ہوگیا کہ اس سلسلے میں حضرت والا ہی کی تحریر دستیاب ہوگئی، لہٰذا جو کچھ ہم نے تحریر کیا تھا، اسے حرف غلط کی طرح مٹادیا، اور حضرت والا کے حالات خود حضرت ہی زبانی سنئے

اسم گرامی: (مولانا) عبدالحلیم (صاحب نوراللہ مرقدہٗ)

پیدائش ۱۹۰۹ء بمقام دیوریا، ضلع فیض آباد، یوپی میں ہوئی

تعلیم وتربیت: اپنے گاؤں میں کوئی دینی مکتب نہ تھا، برطانیہ کے دور میں ہر شہر وقصبہ اور دیہات میں سرکاری اسکول قائم تھے،

ایک سرکاری اسکول میں داخلہ لیا، چند ہی دنوں میں سرکاری اسکول کی تعلیم چھوڑ کر قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد کی مشہور دینی درسگاہ "عین العلوم" میں تعلیم شروع کی، مدرسہ کے صدر مدرس اور اس ناکارہ کے ابتدائی استاذ مولانا محمد اسماعیل صاحب حضرت شیخ الہند وحضرت حکیم الامت تھانوی قدس سرہٗ کے شاگرد اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نوراللہ مرقدہٗ کے رفیق درس اور ٹانڈہ کے مشہور بزرگ میاں چاند شاہ صاحبؒ کے خلیفہ اور مجاز تھے) اس ناکارہ پر بڑی شفقت فرماتے تھے اور تعلیم وتربیت کی پوری نگرانی رکھتے تھے، موقوف علیہ تک کی تعلیم انھیں استاذ موصوف سے حاصل کی۔

اس کے بعد اعلیٰ تعلیم دینی کے لیے مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور میں ۱۳۴۷ھ میں داخلہ لیا، حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہ وحضرت مولانا عبداللطیف صاحبؒ ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور وحضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری وغیرہم سے ۱۳۴۸ھ میں دورۂ حدیث کی تکمیل کی۔

فراغت کے بعد حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے فرمایا: بہت سے متمول طلبہ مظاہر علوم: مظاہر میں مدرسی میں پڑھانا چاہتے ہیں، جو اپنے قیام وطعام کے خود کفیل ہوں گے، اور مدرسہ سے کوئی معاوضہ نہ لیں گے، مگر مدرسہ انھیں اجازت نہیں دیتا، تیرے بارے میں اہل مدرسہ کی رائے ہے کہ اگر تو چاہے تو تجھ کو اسباق دے دیئے جائیں، اس ناکارہ نے اپنی سعادت سمجھا اور معین مدرس ہوگیا۔

وطن میں خدمات: لیکن اسی سال غالباً رجب میں شدید بیماری کی وجہ سے بغرض علاج حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ اور حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت کے بعد وطن چلا آیا، اہل وطن نے اصرار کیا کہ گاؤں ہی میں دینی مکتب قائم کرکے ہمارے بچوں کو دینی وتعلیمی نفع پہنچاؤ اس پر اس ناکارہ نے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی خدمت میں عریضہ لکھا کہ گاؤں والوں کی خواہش ہے کہ اپنے گاؤں ہی میں درس وتدریس کا سلسلہ جاری کروں، مگر مشکل یہ ہے کہ یہاں بچوں کو اردو، قرآن شریف وغیرہ پڑھانا ہے، عربی درسیات کے لیے کوئی سبیل نہیں، ایسی صورت میں آں مخدوم جو حکم دیں اس پر عمل کروں، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے جواب میں تحریر فرمایا۔

الحمد للہ! یہاں کام کرنے والے بہت ہیں، ہم تو یہی چاہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کے فارغ التحصیل طلبہ اکناف عالم میں رہیں اور دین کا کام ہو، باقی تم نے جو یہ لکھا ہے کہ یہاں صرف اردو وغیرہ پڑھانا پڑے گا، تو میرے پیارے مقصود دین ہے، اس کے لیے اردو، عربی سب برابر ہے، ہاں اپنی استعداد کی بقاء کے لیے کتب دینیہ شامی، مشکوۃ وغیرہ کو مطالعہ میں رکھو، باقی تمہارے لیے ہمیشہ یہاں جگہ خالی ہے، جب جی چاہے آجاؤ۔ انتہیٰ

چنانچہ گاؤں کے مکتب میں پڑھانے لگا، پھر حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ کی دعا و توجہ سے عربی درسیات کا بھی نظم ہو گیا۔

چند سال بعد جونپور کے قصبہ مانی کلاں میں دینی تعلیم شروع کی، حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ کی دعا اور: جونپور میں تدریسی خدمات جونپور مانی کلاں ییںآپ کیوں تشریف لائے ؟اس سلسلے میں ایک صاحب قلم لکھتے ہیں کہ: مولانا کے استاذ) توجہ بے انتہار ہتی تھی، حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب اور ان کے برادر خرد حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب کی دینی اور تبلیغی کوششوں کے مراکز میں ایک اہم مرکز ضلع جونپور کا یہ گاؤں مانی کلاں بھی تھا، خیال ہوتا ہے کہ غالباً انھیں بزرگوں کے حکم سے حضرت مولانا مانی کلاں تشریف لائے ہوں گے، مذکور الصدر بزرگوں کا دورہ اس حلقہ میں ہوتا رہتا تھا، ان حضرات کو یہ خیال ہوا ہوگا کہ دینی جدوجہد کو پائیداری اسی وقت حاصل ہوگی جب کہ کوئی مرد خدا اس جگہ مستقل قیام کرے، ان بزرگوں کی نظر انتخاب مولانا پر پڑی اور انھیں یہاں پہنچادیا، یہاں مکتب میں حضرت مولانا نے کام شروع کردیا، اور اس کے ساتھ ساتھ آس پاس کی آبادیوں میں تبلیغی اور اصلاحی کام جاری فرمایا، یہ مکتب مولانا کے فیض برکت سے علوم دینیہ کا مرکز بن گیا، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب جامعہ مظاہر (علوم سہارنپور اور شیخ الحدیث حضرت مولانا مفتی محمد حنیف صاحب نے یہیں حضرت مولانا کی خدمت میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔

تقریباً چالیس سال بعد ۱۹۷۲میں ایک نیا ادارہ مدرسہ عربیہ ریاض العلوم کے نام سے ضلع جونپور ہی میں قائم کیا، اس نئے مدرسہ کے لیے حضرت شیخ نوراللہ مرقدہٗ نے خصوصیت سے بہت دعائیں دیں، اور لکھوایا کہ تمہارے مدرسہ ریاض العلوم کے لیے بہت دعا کرتا ہوں۔

مدرسہ کے لیے سفارشی گرامی نامہ: ایک بار حضرت شیخ نوراللہ مرقدہ نے مدرسہ کے لیے دعاء وسفارش لکھوائی، جو مندرجہ ذیل ہے

یہ ناکارہ مولانا عبدالحلیم صاحب زید مجدہم خلیفہ ارشد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ سے تو اس زمانے سے واقف ہے، جب یہ مظاہر علوم سہارنپور میں دورۂ حدیث پڑھتے تھے، میں اس وقت بھی ان کی خوبیوں کا معترف تھا، اور اسی وقت سے مولانا موصوف سے میرے تعلقات بہت زیادہ وسیع ہوتے رہے، اور جب سے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی خلافت کا حال معلوم ہوا، اس وقت سے تعلق اور بڑھ گیا، مولانا کے مدرسہ ریاض العلوم چوکیہ، گورینی کے لیے دل سے دعاء گو ہوں، اس کو اللہ تعالیٰ ہر طرح کی ترقیات سے نوازے، مولانا کے مدرسہ کے طلبہ، جامعہ مظاہر علوم میں تکمیل کے لیے داخلہ لیتے رہتے ہیں، (۱) اور آج کل ہمارے جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ، مولانا موصوف ہی کے شاگرد ہیں، جاری ہے

کتاب الاِیمان والعقائد (ایمان وعقائد کا بیان) (احمد عدیل غزالی)

ایمان واسلام کی تعریف اور ان کے مابین فرق

سوال:۔(۱) ا۔۔۔ایمان اور اسلام کے درمیان کیا فرق ہے؟ بینواتوجروا
۲۔۔۔اور ان میں کون عام ہے اور کون خاص؟ ایک آدمی ایسا ہے جو تمام باتوں پر یقین تو رکھتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا، اسے مومن کہیں گے یا مسلم اور ایک آدمی عمل کرتا ہے لیکن مانتا نہیں اسے ظاہری تابعداری کی بنیاد پر مسلم کہیں گے یا نہیں؟ (قالت الأعراب آمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اِسلمنا ولما یدخل الاِیمان فی قلوبکم) اور ایک آدمی ایسا ہے جو مانتا بھی ہے اور عمل بھی کرتا ہے لیکن کبھی کبھی نماز چھوڑ دیتا ہے یا شراب پیتا ہے یا برائی کرتا ہے اسے مومن کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟ بینواتوجروا

الجواب:۔حامداومصلیاومسلما: ایمان واسلام کے مابین فرق ان دونوں کی تعریف پر موقوف ہے، لہٰذا اولاً دونوں کی تعریف بیان کی جاتی ہے۔
ا۔۔۔اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات وصفات کے موافق اور اس کے انبیاء کو اور اللہ اور اس کے پاس سے آنے والی خبروں کو رغبت کے ساتھ دل سے مان لینے اور زبان سے اقرار کرلینے کا نام ایمان ہے، بشرطیکہ کوئی منافی نہ پایا جائے؛ کیونکہ منافی کے ساتھ کوئی شئ جمع نہیں ہوتی کمافی شرح الفقہ الاکبر (ص:۱۴۸)، "والاِیمان فی الشرع ہو الاِقرار باللسان والتصدیق بالجنان بأن اللہ تعالیٰ واحد لاشریک لأن من قال آمنت باللہ وبماجاء من عند اللہ وآمنت برسول اللہ وبماجاء من عند (إلی قولہ) لہ موصوف بصفاتہ الذاتیۃ والفعلیۃ رسول اللہ فقدآمن بجمیع مایجب الاِیمان بہ فہو مؤمن" (۱) لیکن یاد رہے، کہ اقرار ایمان کا رکن مقوم نہیں ہے، بلکہ رکن زائد ہے، مطالبۂ شرع کے وقت بشرطِ قدرت ضروری ہے، پس عام حالات میں اور اخرس ومکرہ علی الکفر سے یہ رکن ساقط ہو جاتا ہے اور دلیل آیت قرآنی إلا من إکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان الخ (۲) ہے، نیز حضرت عمار بن یاسر کا واقعہ (جو اس آیت کا شان نزول ہے) بھی اقرار کے رکن زائد محتمل سقوط ہونے پر دلیل ہے، اور اسلام نام ہے بغیر چوں وچرا احکام خداوندی پر راضی ہو جانے اور فرائض ومحرمات کو بلاطعن واعتراض قبول کرلینے کا، فی شرح الفقہ الاکبر (ص:۱۵۱ فمعنی الاِسلام ہو الرضی بحکم اللہ تعالی بکون بعض الأشیاء فرضا وبکون (بعض الأشیا فرضا وبکون بعض الحلالاً وبکون بعض الأشیاء حراماً بلااعتراض واستقباح"۔(۳)

۲۔۔۔لیکن اسلام وایمان باہم متلازم ہیں یعنی کسی انسان میں اسلام بدون ایمان کے اور ایمان بغیر اسلام کے پایا جانا ممکن نہیں؛ کیونکہ دل سے اللہ ورسول اور ان کی خبروں کو بخوشی ماننے والا اللہ کے احکام کو بھی بلاانکار وقدح خوشی خوشی تسلیم کرنے والا ہوگا، اسی طرح احکام شریعت پر رضا بغیر اللہ ورسول پر ایمان کے ممکن نہیں، پس ہر مسلم مومن اور ہر مومن مسلم ہے،

حاشیہ: (۱) (شرح الفقہ الأکبرللسمرقندي،تعریف الإیمان: ۱۴۸،الشؤون الدینیۃ،قطر) (۲)(النحل :۱۰۶)
(۳)(شرح الفقہ الأکبر، الإسلام والإیمان والدین:۱۵۱،قطر)

جو مسلم نہیں مومن نہیں، جو مومن نہیں مسلم نہیں، اور احکام شریعت پر عمل نہ کرنے والا بد عملی کی وجہ سے دائرۂ اسلام سے خارج نہ ہو گا؛ہاں فسق کی سرحد میں ضرور داخل ہو جائے گا فی شرح الفقہ الاکبر (ص: ۱۵۲) ”ولکن لایکون إی لایوجد فی حکم الشرع إیمان بلا إسلام؛لأن الإیمان ہو الاقرار والتصدیق بألوہیۃ اللہ تعالی کما ہو بصفاتہ وإسماۂ فمن إقر وصدق یوجد فیہ التسلیم والقبول بفرضیۃ إوامر اللہ تعالی وحقیۃ إحکامہ وشرائعہ ، ولا یوجد إسلام بلا إیمان ؛لأن الإسلام ہو التسلیم والا نقیاد لأوامر اللہ تعالی ، وذلک لایوجد إلا بعد التصدیق والإقرار، فلا یعقل بحسب الشرع مؤمن لیس بمسلم إو مسلم لیس بمؤمن ، وہذا مراد القوم بترادف الاسمین واتحاد المعنی“(۱) باقی آیت قالت الأعراب آمنا الخ (۲) سے جو اسلام کا ایمان سے منفک ہو کر پایا جانا معلوم ہوتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ آیت میں اسلام کا فمن طریق اللغۃ فرق بین الإیمان والإسلام؛ (لغوی معنی (بلا شرکتِ باطن ظاہر سے جھکنا) مراد ہے کما فی شرح الفقہ الاکبر (ص: ۱۵۱) لأن الإیمان فی اللغۃ عبارۃ عن التصدیق قال اللہ تعالیٰ ”وماإنت بمومن لنا“إی بمصدق لنا والإسلام عبارۃ عن التسلیم ، وللتصدیق محل خاص وہو القلب واللسان ترجمانہ ، وإما التسلیم فإنہ عام فی القلب واللسان والجوارح ویدل علی کون الإسلام إعم فی اللغۃ کون المنافقین من المسلمین بحسب اللغۃ وماکانوا مسلمین بحسب الشرع ، وماکانوا مؤمنین بحسب اللغۃ والشرع ، قال تعالی: ” قالت الاعراب آمنا قل لم تؤمنوا ولکن قولوا إسلمنا“ لوجود الاعتراف باللسان وہو إسلام فی اللغۃ لعدم التصدیق بالقلب۔ حاصل یہ کہ معنی شرعی کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں، معنی لغوی کے اعتبار سے فرق ہے کہ اسلام عام ہے اور ایمان خاص۔

نوٹ:۔احکامِ دنیویہ، مثلاً: نکاح، کفن دفن وغیرہ میں مسلم شمار ہونے کے لیے ظاہری اقرار شرط ہے؛ کیونکہ انسان ظاہر کا مکلّف ہے باطن کا صحیح علم تو اللہ تعالی ہی کو ہو سکتا ہے۔واللہ إعلم بالصواب

کتبہٗ: عبداللہ غفرلہٗ ۳،۷،۱۴۰۸ھ

الجواب صحیح : بندہ محمد حنیف غفرلہٗ

حاشیہ: (۱)(المصدرالسابق نفسہ:۱۵۲) (۲) الحجرات

”

بے دین“کی تشریح

سوال:۔(۲) بے دین ہونے کا مطلب ملحد اور اسلام سے خارج ہو جانا ہی تو ہوتا ہے، اگر نہیں تو بے دین کی تشریح کیجئے۔ بینوا توجروا

الجواب:۔حامدا ومصلیا ومسلما: بے دین ہونے کا مطلب ملحد اور اسلام سے خارج ہو جانا نہیں ہے بلکہ جہاں بھی حدیث میں کسی گناہ پر بے دین ہونے کا حکم لگایا گیا ہے، وہاں مراد یہ ہے کہ اس کا ایمان اتنا کمزور ہے، کہ لائق شمار نہیں، لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو کر کافر ومرتد ہو جائے۔(۱) واللہ إعلم بالصواب

کتبہٗ: عبداللہ غفرلہٗ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی ۲۴،۶،۱۴۰۸ھ الجواب صحیح : بندہ محمد حنیف غفرلہٗ ۲۴،۶،۱۴۰۸ھ

حاشیہ: (۱) عن أبي ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ :لایزنی الزانی حین یزنی وہو مؤمن، ولایسرق السارق حین یسرق وہو مؤمن الخ متفق علیہ وفی روایۃ ابن عباسؓ ولا یقتل حین یقتل وہو مؤمن،قال عکرمۃ:قلت لإبن عباسؓ : کیف ینزع الإیمان منہ، قال ہٰکذا وشبک بین أصابعہ ثم أخرجہا فإن تاب عاد إلیہ ہٰکذا وشبک بین أصابعہ، وقال أبو عبداللہ (البخاري) لایکون ہذا مؤمنا تاماً ولایکون لہ نور الإیمان، ہذا لفظ البخاري (مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان،باب الکبائر وعلامات النفاق: ۱۷،قدیمي)

اللہ کو کس نے پیدا کیا؟

سوال:۔(۳) تمام چیزوں کو تو اللہ نے پیدا کیا؛ اللہ کو کس نے پیدا کیا؟ بینوا توجروا

الجواب: حامداومصلیاومسلما

اگرچہ اس سوال کے مضبوط عقلی جواب موجود ہیں (۱) لیکن ان کے سمجھنے کے لیے علمی استعداد کی ضرورت ہے، اس لیے ہم صرف حضور اقدس ﷺ کا بیان فرمودہ سہل ومفید نسخہ بیان کریں گے، وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے ایک کے پاس شیطان آتا ہے (پس اس کے وسوسے کی وجہ سے) وہ شخص کہتا ہے کہ فلاں فلاں اشیاء اور فلاں فلاں چیزوں کو تو اللہ نے پیدا کیا، پھر یہ کہنے لگتا ہے کہ تیرے رب کو کس نے پیدا کیا؟ پس جب تم میں سے جو کوئی یہاں تک پہنچے تو اس کو اللہ کی پناہ مانگنی چاہیے اور رک جانا چاہیے، (۲) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ شیطانی وسوسہ ہے اس کے ذریعہ سے شیطان انسان کو خدا کی پاکی اور بے نیازی کے بارے میں شک میں ڈال کر جہنم رسید کرنا چاہتا ہے، لہٰذا زبان سے بھی اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم کہنا چاہیے اور دل سے بھی اللہ کی بارگاہ میں عرض کرے کہ اے اللہ! اس کے شر اور مکر کو دور رکھئے، لطف الٰہی اور رحم ربانی کے سامنے شیطان اور اس کے مکر کی کوئی حقیقت نہیں اور اس خیال سے پیچھا چھڑانے کیلئے ذہن کو دوسرے کام میں متفکر کردے، اس بارے میں غور وفکر کو بالکلیہ ترک کردے۔(۱) واللہ اعلم بالصواب

کتبہٗ: عبداللہ غفرلہٗ خادم مدرسہ ریاض العلوم گورینی الجواب صحیح: بندہ محمد حنیف غفرلہٗ ۳؍۱۲؍۱۴۰۶ھ

حاشیہ

(۱) في التفسیر المنیرتحت قولہ تعالیٰ:" ویسألونک عن الروح": وإذا کان الإنسان في معرفۃ نفسہ جاہلاً حقیقتہا،کان عجزہ عن إدراک حقیقۃ الحق أولیٰ، وحکمۃ ذلک تعجیزالعقل عن إدراک ومعرفۃ مخلوق مجاورلہ، للدلالۃ علی أنہ عن إدراک خالقہ أعجز۔ (التفسیر المنیر،الإسراء : ۱۵؍۱۵۶،دارالفکر ،بیروت)تفصیل کے لیے دیکھئے حضرت علامہ شبیراحمدصاحب عثمانی کا مقالہ (الإسلام،،(مقالات عثمانی "الإسلام،، ۱۷تا۷۲، دارالمؤلفین، دیوبند"

(۲) عن أبي ہریرۃؓ قال: قال رسول اللہ ﷺ :یأتی الشیطان أحدکم، فیقول: من خلق کذا، من خلق کذا، حتی یقول: من خلق ربک،فإذابلغہ فلیستعذ باللہ ولینتہ، متفق علیہ۔ وعنہ قال :قال رسول اللہ ﷺ : لایزال الناس یتسائلون حتی یقال: ہذا خلق اللہ الخلق فمن خلق اللہ فمن وجد ذلک شیئا فلیقل آمنت باللہ ورسلہ۔ متفق علیہ (مشکاۃ، کتاب الإیمان،باب فی الوسوسۃ:۱۸، قدیمي)

(فتاویٰ ریاض العلوم جونپور۔انڈیا)

چھ خصلتیں

(بنت حوا)

ایک شخص ابراہیم بن ادھمؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی حضرت مجھے نصیحت فرمائیے،، آپ نے فرمایا: اگر تو مجھ سے چھ خصلتیں قبول کرلے تو تجھے کوئی خطرہ نہیں

: !جب تو گناہ کرلے تو خدا کا رزق نہ کھا کتنی بڑی نمک حرامی ہے کہ انسان جس کا رزق کھائے اسکی نافرمانی کرے۔

2جب تو خدا کی نافرمانی تو اسکے ملک سے نکل جا اس کے ملک میں رہتے ہوئے اسکی نافرمانی بے عزتی ہے

3گناہ ایسی جگہ کر جہاں خدا نہ دیکھ سکے خدا کو حاضر ناظر جانتے ہوئے اسکے سامنے کیسے گناہ کرے گا

4حضرت ملک الموت علیہ السلام روح قبض کرنے آئیں تو انکو واپس لوٹا دینا اگر یہ اختیار نہیں تو پھر کس بھروسہ پر گناہ کرتا ہے۔

5 قبر میں حضرات منکر نکیر کو قریب نہ آنے دینا اگر یہ اختیار نہیں تو اُن کے سوالوں کے جوابات کیلئے تیاری کر۔

6 قیامت میں جہنم سے بھاگ جانا اگر یہ اختیار نہیں تو پھر یہاں گناہ سے باز آجا۔
کیا ہم یہ سب کچھ کرتے ہیں نہیں نہیں تو پھر کس بھروسہ پر گناہ کرتے اب ہمیں مجھنے اور سوچنے کی ضرورت ہے کہ جب ہم ان پر قادر نہیں تو پھر گناہوں سے باز کیوں نہیں آتے بقول شاعر ! سارا جہاں خلاف ہو پروانہ چاہیے پیش نظر تو مرضی جانانہ چاہیے پھر اس نظر سے جانچ کے تو کر یہ فیصلہ کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے۔

فتح یرموک کے موقع پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ کے نام خط اور اس کا جواب (نبیل خان)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
وصلوات اللہ علی نبیہ المصطفٰی ورسولہ المجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم
از جانب ابو عبیدہ عامر بن جراح" امابعد "
میں اس ذات واحد کی تعریف کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان نعمتوں کے عوض میں جو اللہ جل مجدہ نے میرے اوپر نازل فرمائی ہیں میں ان کا بہت شکریہ ادا کرتا ہوں اور خصوصا اس بات پر کہ انہوں نے محض اپنے فضل وکرم اور بہ برکت نبی الرحمۃ و شفیع الامۃ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مخصوص فرمایا۔
{ یا امیر المومنین ! جناب کو واضح ہو کہ جس وقت میں نے یرموک کے میدان میں کچھ پڑاو کیا تو کچھ دن کے بعد باہان بھی اپنے لشکر کو لیکر ہم سے قریب ہی آپڑا۔ مسلمانوں نے اس سے قبل کبھی اتنی جمیعت اور لاو لشکر نہیں دیکھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم اور احسان سے ہماری مدد کی اور دشمن کی جمیعت کو توڑ کر رکھ دیا۔ ہم نے دشمن کے ایک لاکھ پانچ ہزار آدمیوں کو قتل اور چالیس ہزار کو گرفتار کرلیا۔ مسلمان بھی چار ہزار شہید ہوگے اور اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت پر محض

تصدیق ثبت فرمادے۔ میں نے معرکہ کارزار میں چند مقطوعہ س ایسے بھی دیکھے جو شناخت میں نہیں آسکے انہیں بھی میں نے ان پر نماز جنازہ پڑھنے کے بعد سپرد خاک کر دیا۔ عاصم بن خوال رضی اللہ عنہ نے دشمن باہان کو قتل کر دیا ہے قبل از واقعہ انہیں کے آدمیوں میں سے ایک شخص نے جسے ابوالجعید کے نام سے پکارتے ہیں اور جو اہل حمص میں سے ہے ان پر ایک حیلہ کے ذریعے ایک نئ مصیبت کا پہاڑ ڈال دیا تھا یعنیٰ ان کو ایک ندی میں جسے نا قوصہ کہتے ہیں میں ڈبو دیا تھا۔ اور اس میں ان کے اسد قدر آدمی غرق ہوگے تھے کہ ان کی تعداد کو سوائے اللہ تعالیٰ عالم الغیب کے اور کوئی حیطہ شمار میں نہیں لا سکتا اس کے علاوہ جنگ اور پہاڑوں ہیں جو مشرکین قتل ہوئے ان کی تعداد جب میں نے معلوم کی تو ستر ہزار ہوئی۔ بحر حال ہمیں اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال، قلعوں، شہروں اور جانوں کا مالک کر دیا ہے۔ میں یہ خط جناب کو فتح کے بعد دمشق سے لکھ رہا ہوں۔ میں نے مال غنیمت جمع کر لیا ہے اور اس میں سے خمس علیحدہ نکال لیا ہے اب جناب کے حکم کا منتظر ہوں کہ اس مال غنیمت اور خمس میں جناب کا ارشاد کیا ہے۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں سلام عرض ہے۔

والسلام علیکم ورحمۃاللہ وبرکاتہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے خط کا جواب

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خدا کے بندے عمر بن خطاب کی طرف سے عامل شام کی طرف

اسلام علیکم " امابعد "

9 میں اللہ جل مجدہ کی تعریف کرتا ہوں جن کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان نبی. بر حق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو جو فتح اور ان کے دشمنوں کو شکست دی میں اس سے بہت خوش ہوا میری یہ تحریر جس وقت تمہارے پاس پہنچ جائے تم مسلمانوں میں وہ مال غنیمت تقسیم کر دو۔ ال شمشیر لوگوں کو زیادہ دو ہر حق دار کو حصہ رسد جتنا اس کا حق ہو تقسیم کر دو۔ مسلمانوں کی حفاظت اور نگہبانی کرو۔ ان کے صبر اور کام کا شکریہ ادا کرو۔ جب تک میرا کوئی دوسرا حکم نہ پہنچے اسی جگہ پڑے رہو۔ تمام مسلمانوں کو میرا سلام کہہ دو

والسلام علیک ورحمۃاللہ وبرکاتہ

مال غنیمت میں حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کا حصہ اور سنت کا اہتمام:

حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ جن مال غنیمت مجاہدین اسلام میں تقسیم فرما رہے تھے تو حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کو تین حصے دیے ایک ان کا اور دو ان کے گھوروں کے، ان کے پاس دو گھوڑے تھے جن پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے،

حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غزوہ خیبر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے پانچ حصے عطاء فرمائے تھے دو دو میرے گھوڑوں کے اور ایک میرا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود تھے انہوں نے بھی اس بات کی تصدیق کی۔ اس پر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو پانچ حصے عطاء فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کیا۔ کیونکہ یہ خاص عمل حضرت زبیر رضی اللہ عنہ ہی کے لیے تھا اس لئے باقی سب مجاہدین کے گھوڑوں کے لیے ایک ایک حصہ ہی مقرر ہوا۔

اللہ جسے چاہے (محمد داؤد الرحمٰن علی)

دریائے نیل میں میں ایک کشتی چلانے والے ملاح کا بیان ھے ایک دن ایک بھت نورانی چھرے والا بزرگ میرے پاس آیا اور فرمایا کہ مجھے اللہ کے نام پے دریا کے پار اتار دوگے ؟ میں نے عرض کیا کہ ھاں ! وہ بزرگ میری کشتی میں سوار ھوگئے۔اور میں نے انھیں دریا کے پار اتار دیا جب وہ کشتی سے اترنے لگے تو انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ میں تمھیں ایک امانت سونپتا ھوں کیا تم اس کو قبول کروگے ؟ میں نے کھا جی ہاں حضور ! میں ضرور قبول کروں گا۔تو انھوں نے فرمایا کل تم فلاں درخت کے پاس نماز ظہر کے وقت آنا تم کو وھاں میری لاش ملے گی تم مجھ کو غسل دینا اور میرے سرہانے جو کفن تم کو ملے اس کو مجھے پہنا کر اسی درخت کے نیچے مجھے دفن کر دینا اور میری گڑری، عصا اور مشک اپنے پاس رکھنا اور جو شخص ان چیزون کو طلب کرنے کے لیے تمھارے پاس آئے ان کو یہ سب سامان دے دینا۔ملاح کا بیان ھے میں ان بزرگ کی وصیت بھول گیا اور بجائے ظہر کے عصر کے وقت خیال آیا تو میں اس درخت کے پاس حاضر ہوا، واقعی ان بزرگ کو مردہ حالت میں پایا میں نے وصیت کے مطابق ان کو غسل دیا، کفن پہنایا اس سے مشک کی خوشبو آرھی تھی میں نے جوں ہی ان کا جنازہ تیار کیا۔ناگہاں ایک طرف سے انسانوں کی ایک بڑی جماعت آگئی۔میں نے ان لوگوں ساتہ نماز جنازہ ادا کرکے اسی درخت کے نیچے انہیں دفن کر دیا اور گھر آکر سو گیا۔صبح سویرے ھی ایک نوجوان جو ناچنے گانے ولے میراثی کا لڑکا تھا میرے پاس آیا، نہایت باریک کپڑا پہنے ہوئے، ہاتھوں میں مہندی لگی ھوئ اور بغل میں ستار دبائے ہوئے، وہ میرے سامنے کھڑا ھو گیا۔سلام کیا۔میں نے سلام کا جواب دیا پھر اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ تم فلاں ابن فلاں ہو ؟ میں نے جواب دیا ہاں میں ہی ہوں۔اس نے کہا تمھارے پاس امانت ھے مجھے دے دو۔میں نے حیران ھو کر پوچھا: تمھیں اس کی خبر کیوں کر ھوگئ ؟ اس نے کہامت پوچھو۔میں نے کہا: تم کو بتانا ہی پڑے گا، میرا اصرار سن کر اس نے کہا: بھائی میں اس کے سوا کچھ نھیں جانتا میں گزشتہ رات شادی میں ناچتا اور گاتا رہا جب صبح کو اذان فجر ھوئ تو ناچ ختم کرکے میں سوگیا، اچانک ایک شخص میرے پاس آیا اور مجھ کو جھنجھوڑ کر جگایا اور کھا اللہ نے فلاں ولی کو وفات دے دی ھے۔اور تجھ کو ان کا قائم مقام بنا دیا ھے لہٰذا تو فلاں ملاح کے پاس جا کر اس وفات پانے والے کے تبرکات وصول کر لے جن کو وہ بزرگ تیرے لیے بطور امانت ملاح کے پاس رکھ کر دنیا سے تشریف لے گیے ھیں۔ملاح نے حسب وعدہ وصیت کے اس لڑکے کے حوالے کر دیں۔اس نے باریک کپڑے اتار کر میری کشتی میں پھینک دیے اور کہا میرے ان کپڑوں کو جسے چاہو صدقہ دے دینا اور خود ان بزرگ کی گڑری پہن کر اور عصا مشک لیکر چل دیا۔ملاح کا بیان ھے میں اس لڑکے کی خوشنصیبی اور اپنی محرومی کا خیال کرنے پر رونے لگا یہاں تک رات ہوگئ اور میں روتے روتے سوگیا۔مجھے خواب میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوا۔اللہ تعالیٰ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ تم پر یہ گراں گزرا کہ میں نے اپنے ایک گناہگار بندے پر احسان فرما کر دربار میں رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمای ؟ اے ملاح ! یہ میرا فضل ہے اور میں اپنا فضل جسے چاہتا ھوں عطا کرتا ھوں ۔(المستطرف ص 164) سبحان اللہ

شعراء پر لطیفے
(نبیل خان)

میرا شاعر دوست کہتا ہے،" میری بیوی میری شاعری کی کتابوں کی روشنی میں اپنا راستہ متعین کرتی ہے۔" ۔۔۔مجھے یقین نہ آیا جب تک کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیا۔

ایک دن جب ان کے ہاں بجلی بند ہو گئی تو اس کی بیوی اس کی شاعری کی کتاب کی روشنی میں اپنے ساتھ بچوں کو بھی راستہ دِکھا رہی تھی۔ابھی آدھی کتاب ہی جلی تھی کہ بجلی آ گئی۔

ایک روز میر مہدی مجروح بیٹھے تھے٬اور مرزا اسد اللہ خان غالب پلنگ پر پڑے کراہ رہے تھے میر مہدی پاؤں دابنے لگے۔

مرزا نے کہا" بھئی تو سید زادہ ہے مجھے کیوں گنہگار کرتا ہے"۔

انہوں نے نہ مانا اور کہا۔۔۔۔

آپ کو ایسا ہی خیال ہے تو پاؤں دابنے کے دام دے دیجئے گا۔ "
" مرزا نے کہا۔۔۔ہاں اس میں کوئی مضائقہ نہیں
جب پاؤں داب چکے تو انہوں نے اجرت طلب کی۔۔۔
مرزا نے کہا۔" بھیا کیسی اجرت ؟ تم نے میرے پاؤں دابے میں نے تمھارے پیسے دابے' حساب برابر ھوا۔

غالب کی مفلسی کا زمانہ چل رہا تھا، پاس پھوٹی کوڑی تک نہیں تھی اور قرض خواہ مزید قرض دینے سے انکاری۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ ایک شام انکے پاس پینے کیلیئے کچھ بھی نہ بچا، مرزا نے سنِ شعور کے بعد شاید ہی کوئی شام مے کے بغیر گزاری ہو، سو وہ شام ان کیلیے عجیب قیامت تھی۔

مغرب کی اذان کے ساتھ ہی مرزا اٹھے اور مسجد جا پہنچے کہ آج نماز ہی پڑھ لیتے ہیں۔ اتنی دیر میں انکے کے دوست کو خبر ہو گئی کہ مرزا آج "پیاسے" ہیں اس نے جھٹ بوتل کا انتظام کیا اور مسجد کے باہر پہنچ کر وہیں سے مرزا کو بوتل دکھا دی۔

مرزا، وضو کر چکے تھے، بوتل کا دیکھنا تھا کہ فوراً جوتے پہن مسجد سے باہر نکلنے لگے۔ مسجد میں موجود ایک شناسا نے کہا، مرزا ابھی نماز پڑھی نہیں اور واپس جانے لگے ہو؟؟؟

مرزا نے کہا، قبلہ جس مقصد کیلیئے نماز پڑھنے آیا تھا وہ تو نماز پڑھنے سے پہلے ہی پورا ہو گیا ہے اب نماز پڑھ کر کیا کروں گا۔

ایک بزرگ نے مرزا غالب کو خط لکھا۔ تحریر بہت خراب تھی۔ مرزا سے نہ پڑھی گئی۔ اس کے جواب میں مرزا غالب نے ان بزرگ کو لکھا :

آپ کا خط ملا، اس کو چوما، آنکھوں سے لگایا، آنکھیں پھوٹیں جو ایک لفظ بھی پڑھا ہو، تعویز بنا کر تکیے کے نیچے رکھ لیا ہے۔ آپ کا " عقیدت مند ہوں، مرزا غالب۔

: دو مسافر ایک ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔ ایک نے دوسرے سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا
: یہ سن کر دوسرا مسافر گھبرا گیا۔ اُس نے جواب میں فوراً کہا "میں شاعر ہوں۔ "
معاف کیجئے گا مگر میں بہرہ ہوں۔"

ایک شاعر کو اپنی شاعری پر بہت ناز تھا۔

" ایک دن وہ اپنی بیوی سے کہنے لگا " بیگم۔ ہمارا دیوان چھپ لینے دو دیکھنا ہم اپنی شاعری سے دنیا بھر میں آگ لگا دیں گے
بیوی نے جل بھن کر کہا

" اجی گھر میں ماچس تک نہیں ہے ذرا ایک شعر چولہے میں بھی ڈال دینا "

دو مسافر ایک ٹرین میں سفر کر رہے تھے۔

"میں شاعر ہوں۔ " : ایک نے دوسرے سے اپنا تعارف کرواتے ہوئے کہا

: یہ سن کر دوسرا مسافر گھبرا گیا۔ اُس نے جواب میں فوراً کہا

معاف کیجئے گا مگر میں بہرہ ہوں۔"

ایک مرتبہ جوش ملیح آبادی اپنے گھر میں چند بے تکلف دوستوں سے اپنی محبوباؤں کا تذکرہ کر رہے تھے۔ ذکر کرتے کرتے وہ اتنے جذباتی ہو گئے کہ ان کی آنکھیں نمناک ہو گئیں۔ اس عالم میں اچانک ان کی بیگم کمرے میں داخل ہوئیں۔ اور جوش کو روتے دیکھ کر ان سے اس کا سبب پوچھا۔

جوش صاحب بولے

"بس ذرا اماں یاد آ گئی تھیں"

ایک شاعر دوسرے شاعر سے شکایت کر رہا تھا

" یار۔ میرے نئے پڑوسی نے میری بڑی بے عزتی کر دی "

" وہ کیسے ؟ "

" پڑوسی مجھے کہنے لگا۔ آپ کو شاعری آتی ہے ؟ "

" لیکن اس میں بھلا بے عزتی کی کونسی بات ہے؟ " یہ سوال اس نے میری 3 غزلیں سننے کے بعد کیا تھا "